حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرۃ مولانا مولوی شاہ

محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مختصر سوانح، تعلیمات
وخدمات اور خصوصیات

نجم الحسن تھانوی

ادارۂ تالیفات اشرفیہ
تھانہ بھون
ضلع مظفر نگر

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مختصر سوانح تعلیمات و خدمات

اور

خصوصیات

نجم الحسن تھانوی

ناشر

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی)

رمزی اٹاوی

ترا مقصد کمالاتِ نبوّت کی اشاعت تھا

بفیضِ پرتو "امداد" حق ہر فن میں کامل تھا
نہ کیوں ہوتا کہ آخر دیدۂ "یعقوب" کا تِل تھا

تو شاگردِ رشید ایسا کہ استادِ زماں نکلا
زمینِ ہند کا ذرہ چراغِ آسماں نکلا

ترے سر پہ بحمد اللہ اکلیلِ سعادت تھا
ترا مقصد کمالاتِ نبوّت کی اشاعت تھا

کتابِ زندگی کا ہر ورق تصویرِ سنت ہے
ری ہر نقل و حرکت نقشۂ تدبیرِ سنت ہے

دماغِ جہل سے خارج کیا بیہودہ رسموں کو
کچل ڈالا تمدن کے شر انگیز جلوؤں کو

سکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو
جلالِ قیصری بخشا جمالِ خانقاہی کو

ترا غیور جذبہ صورتِ فولاد محکم تھا
ترے پیکر میں روشن شعلۂ فاروقِ اعظم تھا

نہ لالچ دے سکیں تجھ کو کبھی سکوں کی جھنکاریں
ترے دستِ توکل میں تھیں استغنا کی تلواریں

تری تحقیق کے جھنڈے سرِ افلاک لہرائے
جہاں سائنس کا ذہنِ رسا جانے سے لنگڑائے

تری حاضر جوابی سے ہر اک مسرور ہوتا تھا
ترا سادہ سا فقرہ مصرعہ منشور ہوتا تھا

تو میدانِ صحافت میں بھی سبقت لے گیا سب پر
کہ نوسو تک پہنچ جاتا ہے تصنیفات کا نمبر

تری تقریر کیا ہوتی تھی کشف سامعہ کہیے
تجھے اسلام کا اک چلتا پھرتا جامعہ کہیے

محقق، مجتہد، عالم، محدث، حافظ و قاری
بایں اوصاف شہرت سے بری اظہار سے عاری

جو سچ پوچھو جہاں میں قطبِ ارشاد و ہدایت تھا
ترے تبلیغ کے ہاتھوں میں فانوسِ رسالت تھا

چنانچہ حجۃ اللہ بن کے آیا تھا زمانہ میں
پیامِ رشد پوشیدہ تھا تیرے تازیانہ میں

لکھے گا وقت آبِ زر سے تیرے کارناموں کو
مسلماں حفظ کرلے کاش ان زریں پیاموں کو

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ

ولادت باسعادت نام و نسب

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو بدھ کے دن صبح صادق کے وقت ہوئی۔ مادۂ تاریخ "کرم عظیم" (۱۲۸۰) اور لقب حکیم الامت ہے۔ ایک عالم نے آپ کا سجع "از گروہِ اولیاء اشرف علی" کہا تھا۔

حضرت کے والد شیخ عبدالحق صاحب کے یہاں اولادِ نرینہ زندہ نہیں رہتی تھی ان کی خوشدامن صاحبہ نے اس کا ذکر ایک مشہور صاحب خدمت مجذوب بزرگ حافظ غلام مرتضٰی صاحب پانی پتی سے کیا، جس پر حافظ صاحب نے فرمایا

"انشاء اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام اشرف علی رکھنا اور دوسرے کا اکبر علی"

چنانچہ مجذوب بزرگ کی پیش گوئی کے مطابق شیخ عبدالحق کے یہاں دو لڑکے پیدا ہوئے اور انھیں کے ارشاد کے مطابق بڑے صاحبزادے کا نام اشرف علی اور چھوٹے کا نام اکبر علی رکھا گیا۔

خاندان

حضرت حکیم الامتؒ کے حسب و نسب کا تعلق قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر یوپی کے ایک مقتدر خاندان سے ہے آپ کے آباء و اجداد صاحبِ علم و وجاہت و اہل منصب تھے۔ آپ ددھیالی اجداد کی طرف سے نسباً فاروقی تھے اور ننھیالی اجداد کی طرف سے علوی۔ ابھی اپنی عمر کی آپ پانچ ہی منزلیں طے کرپائے تھے کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اس کے بعد آپ اپنی تائی صاحبہ کے پاس رہنے لگے۔ والد ماجد کو آپ سے خاص انسیت و محبت تھی وہ ایک مقتدر رئیس اور صاحبِ

جائداد آدمی تھے، میرٹھ کی ایک ریاست کے مختار عام بھی تھے اور بڑے صاحب فراست تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادوں کی استعداد و صلاحیت کو بچپن ہی میں بھانپ لیا تھا اور اسی بنا پر حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو دینی تعلیم کی طرف لگا دیا تھا انہوں نے اپنے اس ہونہار فرزند کی تعلیم و تربیت بڑی محنت و مشقت اور فراخدلی سے کی۔

تعلیم و تربیت

حضرت حکیم الامتؒ کی ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں یہیں پڑھیں اور حافظ حسین علی صاحب مرحوم دہلوی سے کلام پاک حفظ کیا پھر تھانہ بھون آکر حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ سے عربی کی ابتدائی اور فارسی کی متوسط کتابیں پڑھیں اور اس کی سب انتہائی کتابیں اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں جو فارسی ادب کے کامل استاد تھے اس کے بعد علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کے لئے ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ کے اواخر میں آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۳۰۱ھ میں آپ کی دستار بندی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دست مبارک سے ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

دارالعلوم کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کی توجہات خصوصی آپ کے اوپر مبذول رہیں۔

پہلی تصنیف

زمانہ طالب علمی میں جبکہ حضرت تھانوی کی عمر ابھی صرف ۱۸ سال تھی ان کو مرض خارش لاحق ہوا اس لئے وطن آگئے اور بطور مشغلہ فارسی اشعار پر مشتمل مثنوی زیر و بم تحریر فرمائی جو آپ کی پہلی تصنیف ہے۔

طالب علمی کے احوال

دیوبند میں حضرت حکیم الامتؒ کے بعض اعزہ اور رشتہ دار بھی تھے لیکن والد ماجد کی ہدایت کے مطابق زمانہ طالب علمی میں سب سے الگ تھلگ رہے، طلبہ سے بھی اختلاط نہ رکھتے تھے مطالعہ کتب سے فرصت ملتی تو اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ انہی کی زیر تربیت آپ نے مشق افتاء بھی کی۔

اس زمانہ میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کو مناظرہ سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ آریوں کے مقابلہ میں کئی معرکے سر کئے، حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب بھی آپ پر خصوصی شفقت فرماتے اور آپ کی محبت و محنت اور صلاحیت کے پیش نظر حقائق و معارف اور نکات و دقائق علمیہ کثرت سے بیان فرماتے تھے اور حضرت تھانویؒ بھی خوب خوب استفادہ فرماتے آپ کے متعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ

"جہاں جاؤ گے تم ہی تم نظر آؤ گے"۔

مسند تدریس

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اساتذہ کی تجویز اور والد ماجد کی اجازت سے آپ صفر ۱۳۰۱ھ کانپور کے مدرسہ "فیض عام" میں بمشاہرہ ۲۵/ ماہوار تشریف لے گئے اور صدر مدرسی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ تین چار ماہ کے قلیل عرصہ میں تمام علماء و مدرسین میں آپ کے علم و فضل کا چرچا ہو گیا دوسری طرف آپ کے مواعظ حسنہ اور تقاریر عامہ نے سارے کانپور کو حضرت اقدس کا فریفتہ بنا دیا، آپ کی اس شہرت و مقبولیت سے اہل مدرسہ نے فائدہ اٹھانا چاہا اور حضرت سے خواہش ظاہر کی کہ اپنے وعظوں اور تقریروں میں مدرسہ کے لئے اپیل بھی کر دیا کریں، حضرت حکیم الامت چونکہ اس طرح چندہ مانگنے کو نامناسب اور غیرت دینی کے خلاف سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس طرح وعظ کہہ کر چندہ کی اپیل کر دینے سے وعظ کا سارا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اہل مدرسہ کی اس خواہش کی حضرتؒ کس طرح تکمیل فرما سکتے تھے؟ اس پر اہل مدرسہ میں حضرت اقدس کے بارے میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں، آپ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے استعفار دیدیا، اہل کانپور کو جب یہ معلوم ہوا تو ان کو اس کا شدید صدمہ پہنچا انہوں نے آپ کی تنخواہ کا بندوبست کر کے محلہ ٹپکاپور کی جامع مسجد میں درس و تدریس کا نظم کر دیا۔ حضرت حکیم الامتؒ نے جامع مسجد کی مناسبت سے اس نئے مدرسہ کا نام "جامع العلوم" تجویز فرمایا، ۱۴ سال تک آپ کانپور میں درس و تدریس، افتار اور تبلیغ میں مشغول رہے۔

آپ کا طرزِ تعلیم اتنا نفیس سلیس اور سہل تھا کہ جو طالب علم آپ سے دو چار سبق بھی پڑھ لیتا پھر دوسرے استاد سے اس کو تسلی نہ ہوتی تھی، آپ مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں حل فرما دیتے، چنانچہ بہت جلد طلبہ اور اساتذہ میں آپ کے علم و فضل کا سکہ بیٹھ گیا۔

طریقہ درس

حضرت حکیم الامت کے اصول تعلیم مندرجہ ذیل تھے:۔

۱۔ استاد کو محنت سے مطالعہ کر کے شاگرد کے سامنے سبق کو سہل ترین صورت میں پیش کرنا چاہیے۔

۲۔ مشکل اور پیچیدہ مقام کو پہلے سہل ترین انداز میں شاگرد کو سمجھایا جائے، بعد ازاں اس مقام کا تعارف شاگرد سے کرایا جائے اور اگر پہلے ہی یہ بتا دیا کہ یہ مقام اس کتاب کے مشکل ترین مقامات میں سے ہے تو طالب علم نفسیاتی طور پر اس سے مرعوب ہو جائے گا اور پھر سمجھنے میں دقت ہو گی۔

۳۔ طلبار کے سامنے محض اظہار قابلیت کی خاطر زائد از ضرورت تقریر کرنے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔

۴۔ ہفتہ واری تقریروں اور مناظروں سے بھی حضرتؒ کو شدید اختلاف تھا۔ فرماتے تھے کہ اس کی وجہ سے طلبار کی توجہ ہفتہ بھر ایک ہی موضوع تقریر و مناظرہ کی طرف لگی رہتی ہے اور اصل سبق میں اس سے شدید حرج واقع ہوتا ہے اور فرماتے تھے کہ جب کتابیں اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لی جائیں تو پھر تقریر و مناظرہ سب کچھ آجاتا ہے۔

طلبہ کو خصوصی ہدایت

۵۔ فرماتے تھے کہ اگر طلبار تین باتوں کا التزام کریں تو علمی استعداد پیدا ہو جائے گی:۔

ا:۔ آئندہ سبق کا مطالعہ ضرور کریں اور مطالعہ میں کتاب کا حل کرنا ضروری نہیں بلکہ معلومات اور مجہولات میں تمیز پیدا ہو جانی چاہیے۔

ب:۔ استاد سے پڑھتے وقت بلا سمجھے ہوئے آگے نہ بڑھیں۔

ج:۔ جب سمجھ جائیں تو بعد میں ایک بار خود اسی مطلب کی تقریر کر لیں۔
فرماتے تھے کہ استعداد پیدا کرنے کے لئے یہ تین چیزیں تو واجب ہیں اور ایک چیز درجۂ استحباب میں ہے اور وہ یہ کہ روزانہ پچھلے پڑھے ہوئے حصہ میں سے کچھ حصہ کا مطالعہ کر لیا کریں۔

طلب علم کی عظمت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ابتداء ہی سے طلباء کے ساتھ خاص محبت و تعلق اور انسیت رہی برابر ان کا لحاظ فرماتے رہتے، خود ہمیشہ اپنے کو طالب علم ہی کہتے رہے، فرمایا کرتے تھے کہ

"مجھے پیر جیسوں والی درویشی نہیں آتی میں تو ایک طالب علم ہوں مجھ سے تو قرآن و حدیث کی باتیں پوچھی جائیں، مجھے تو سادہ سیدھا قرآن و حدیث ہی آتا ہے اور اسی کو اصل درویشی سمجھتا ہوں"

اور فرماتے کہ

صوفیاء سے زیادہ علماء کی ضرورت ہے کیونکہ انہی کی بدولت انتظام دین قائم ہے۔

اسی وقعت علمی کا نتیجہ تھا کہ طلباء کے ساتھ ہر طرح کی رعایت فرماتے اور ان کی ہر طرح کی امداد کرتے تھے، ان کے وقار کا خاص لحاظ رکھتے اور دوسروں کو اسکی تاکید فرماتے تھے اور خود طلبہ کو نامناسب چیزوں کی طرف سے موڑ کر ان کے مقام اعلیٰ اور منصب جلیل پر فائز کرنے کی پوری سعی فرماتے تھے۔

اس چودہ سالہ عرصہ میں آپ کے دریائے علم سے ہزاروں افراد سیراب ہوئے جن میں سے حضرت مولانا اسحٰقؒ بردوانی۔ مولانا محمد رشید کانپوری، مولانا احمد علی فتحپوریؒ مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ، مولانا صادق الیقین کرسوی، مولانا شاہ لطف رسولؒ بارہ بنکی، مولانا حکیم محمد مصطفیٰ بجنوریؒ، مولانا فضل حق بارہ بنکی کے اسماء گرامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

بیعت وسلوک

چونکہ حضرت حکیم الامتؒ کی پیدائش ایک مشہور اور صاحب خدمت مجذوب کی دعاؤں کا نتیجہ تھی، اس لئے پیدائشی طور پر آپ کے اندر عشق الٰہی کی حرارت شعلہ زن تھی۔

ایک بار قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کسی ضرورت سے دیو بند تشریف لائے تو حضرت حکیم الامتؒ اشتیاق سے مصافحہ کے لئے آگے بڑھے، شوق نے بے قابو کر دیا تھا، دار العلوم کے مشہور نو درہ کی تعمیر چل رہی تھی، پڑی ہوئی اینٹوں پر سے پاؤں بے اختیار پھسل پڑا، حضرت گنگوہی نے آپ کو تھام لیا اگرچہ اس وقت بیعت اور اس کی حقیقت سے آپ نا آشنا تھے مگر کشش اس درجہ بڑھی کہ آپ نے بیعت کی درخواست کر ہی دی، حضرت گنگوہی نے دورانِ تعلیم اس کو مناسب نہ سمجھا اور انکار فرمادیا لیکن حضرت حکیم الامت کے قلب میں یہ خیال بصورتِ حسرت پرورش پاتا رہا اور رجب ۱۲۹۹ھ میں حضرت گنگوہیؒ عازم حج ہوئے تو آپ نے حضرت حاجی امداد اللہؒ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا کہ

"آپ مولانا (گنگوہی) سے فرمادیں کہ مجھ کو بیعت کرلیں"۔

لیکن جواب میں حضرت حاجی صاحب نے خود ہی غائبانہ طور پر بیعت فرمالیا، اسوقت حضرت حکیم الامت کی عمر ۱۹ سال تھی۔

حضرت حاجی صاحب نے بیعت فرمالینے کے بعد آپ کے والد ماجد کو کہلا بھیجا کہ

"تم حج کو آؤ اور جب آؤ تو اپنے بڑے لڑکے کو لیتے آؤ"۔

پہلا سفر حج

شوال ۱۳۰۱ھ میں جبکہ حضرت حکیم الامتؒ کانپور کے اندر اشاعتِ علوم میں مصروف تھے سفر حج کے سامان پیدا ہو گئے اور بمعیت والد ماجد آپ کو سفر حج کی سعادت حاصل ہوئی، بصد اشتیاق مکہ معظمہ پہنچے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی اور دست بدست نعمتِ بیعت سے سرفراز ہوئے، حج سے فراغت کے بعد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میاں

اشرف علی تم میرے پاس چھ مہینے رہ جاؤ"۔ لیکن حضرت والا کے والد ماجد نے مفارقت گوارا نہ کی اس لئے حضرت حاجی صاحب نے پھر فرمایا کہ

"والد کی اطاعت مقدم ہے اس وقت چلے جاؤ پھر دیکھا جائے گا۔"

دوسرا سفر حج اور اجازت بیعت

چنانچہ حضرت شیخ کے اس حکم اور خواہش کی تعمیل و تکمیل اگلے سفر حج ۱۳۱۰ھ میں کی، اور مکہ مکرمہ تشریف لیجاکر صحبت خاص کی اس نعمت بے بہا سے مشرف ہوئے جو عرصہ سے مرشد اور مسترشد کے دلوں میں ایک تمنا بنکر پرورش پا رہی تھی، ایک طرف حضرت حاجی صاحب کی قوت افاضہ اور دوسری طرف حضرت حکیم الامت کی قابلیت استفادہ بس تھوڑے ہی دنوں میں باہم اس درجہ مناسبت پیدا ہوگئی کہ حضرت حاجی صاحب یہ فرمانے لگے کہ

"بس تم میرے پورے طریق پر ہو"

حضرت حاجی صاحب کے بیان علوم و معارف اور تقریر کے دوران اگر سامعین میں سے کوئی صاحب کچھ دریافت کرنا چاہتے تو حاجی صاحب حضرت تھانوی کی طرف اشارہ فرما دیتے کہ ان سے معلوم کرلینا یہ اچھی طرح سمجھ گئے، اور حضرت حاجی صاحب کو جب حضرت تھانوی کی کوئی تحریر دیکھنے یا تقریر سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہوکر فرماتے کہ "جزاکم اللہ تم نے تو بس میرے سینہ کی شرح کر دی" حضرت حاجی صاحب نے ایک دفعہ یہ بشارت دی تھی کہ

"تم کو تفسیر اور تصوف سے خاص مناسبت ہوگی" چنانچہ حضرت حکیم الامت رح کی ان دونوں سے مناسبت تامہ اظہر من الشمس ہے۔

مکہ مکرمہ کے قیام میں آپ نے مشہور عالم مجود قاری عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے فن تجوید سیکھا اور اس میں مہارت و کمال حاصل کیا اور حاجی صاحب کے درس مثنوی شریف میں بھی شرکت فرماتے رہے۔

چھ ماہ کے قلیل عرصہ ہی میں حضرت حاجی صاحب نے ہر طرح مطمئن ہوکر اور اپنے ذوق و مسلک سے ہم آہنگی کے آثار نمایاں دیکھکر خلعت خلافت اور منصب رشد و ہدایت سے سرفراز فرمایا اور خلق خدا کی رہنمائی کے لئے تعلیم و تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی

حضرت حاجی صاحبؒ کی دو وصیتیں

اس کے بعد جب حضرت حکیم الامتؒ نے واپسی کی اجازت چاہی تو بکمال شفقت آپکو ہندوستان جانے کی اجازت دی اور دو وصیتوں کے ساتھ رخصت فرمایا۔

۱۔ دیکھو میاں اشرف علی ہندوستان پہنچکر تم کو ایک حالت (باطنی) پیش آئے گی، عجلت مت کرنا، مجھے مطلع کرتے رہنا۔

۲۔ کبھی "کانپور" کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا، توکل بخدا "تھانہ بھون" جاکر بیٹھ جانا"

حضرت حکیم الامتؒ مکہ معظمہ سے ہندوستان واپس آکر پھر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مصروف درس و تدریس ہوگئے اور اس عرصہ میں تصنیف و تالیف کے علاوہ آپ کے عارفانہ و عالمانہ مواعظ و ملفوظات اور تہذیب و تربیت باطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا، جس کو اہل ذوق و بصیرت قلمبند کرتے رہے اور ۱۴ سالہ قیام کانپور کے دوران ہی یہ سلسلہ دور دور تک پہنچ گیا، اس زمانہ میں ابتدا ہی سے آپ کے علوم ظاہری اور باطنی کے فیوض سے عوام و خواص میں ہر دلعزیزی اور مقبولیت پیدا ہوگئی تھی۔

مستقل قیام تھانہ بھون

اب کی مرتبہ مکہ معظمہ سے واپسی پر کانپور کے زمانۂ قیام میں آپ کو ایسے حالات (باطنی) سے سابقہ پڑتا رہا کہ تعلقات سے وحشت ہونے لگی۔ سارے مشاغل سے دل اچاٹ ہوگیا اور اس میں دن بدن ترقی ہوتی چلی گئی۔ درس و تدریس سے دلچسپی ختم ہوگئی اور آپ ملازمت سے بھی دل برداشتہ ہوگئے تھے۔ چنانچہ ۱۳۱۵ھ میں خود اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہؒ مہاجر مکی کے ایماء اور منشاء سے مدرسہ کانپور کی ذمہ داری دوسرے معتبر

ہاتھوں میں سونپ کر نہایت حسن تدبیر سے سبکدوش ہوگئے، اپنے وطن اور اپنے پیر و مرشد کی یادگار "خانقاہ امدادیہ"عہ میں تشریف لے آئے اور تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار فرمالی۔ حضرت حاجی صاحب کو جب اس کا علم ہوا تو انتہائی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

> بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ (امداد العلوم) و مسجد کو از سر نو آباد کریں میں ہر وقت آپ کے حال میں دعا کرتا ہوں' اور خیال رہتا ہے۔ (مکتوبات امدادیہ صـ ۳۶)

خانقاہ امدادیہ اور دینی خدمات

حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے شیخ کی تمنا اور ہدایت کے مطابق "خانقاہ امدادیہ" میں سکونت

عہ یہ وہی خانقاہ تھی جہاں کچھ زمانہ پہلے اللہ تعالیٰ کے تین برگزیدہ خلوت گزیں بندے درویشانہ زندگی بسر کر رہے تھے یعنی حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ (ایک ہی وقت میں یہ اقطاب ثلثہ اس مبارک مقام پر اقامت گزیں تھے بڑے بڑے علماء و مشائخ کا مرکز و مرجع ہونے کی وجہ سے یہ خانقاہ "دوکان معرفت" کہلاتی تھی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ حضرت حکیم ضیاء الدین رامپوریؒ کے علاوہ دیگر علماء کرام اور حضرات مشائخ اکثر و بیشتر یہاں تشریف لاتے ان اکابر سے استفادہ کرتے اور کم و بیش کچھ عرصہ قیام بھی فرماتے) یہ تینوں حضرات میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ کے خلفائے راشدین تھے اور اپنے علوم ظاہری و باطنی کے فیوض و برکات سے خواص و عوام کو فیض رسانی میں مشغول تھے۔ پھر جب انقلاب آیا تو ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ ہوگئے اور کچھ عرصہ کے بعد مولانا شیخ محمد محدث تھانوی کا انتقال ہوگیا اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مکہ مکرمہ ہجرت فرما کر چلے گئے۔ کچھ مدت کے لئے یہ خانقاہ ضرور غیر آباد ہوگئی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان مقبول بندوں کی یادگار کو قائم رکھنا اور مستقبل میں اس خانقاہ کو ایک عالمگیر رشد و ہدایت و علوم ظاہری و باطنی کی نشر و اشاعت کا جلیل القدر مرکز بنانا منظور تھا اور اس اہم و عظیم کام کو سر انجام دینے کے لئے حضرت حکیم الامت، مجدد ملت، محی السنت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو ازل ہی سے منتخب فرما لیا تھا۔ بصائر حکیم الامت صـ ۴۲ و ۴۳

اختیار فرمائی اور توکلاً علی اللہ اپنے بزرگوں کی مقدس مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہو گئے اور اپنے مذاقِ فطری اور نصب العین کے موافق ایک ایسا مکمل و منضبط لائحۂ عمل تیار کیا جس کے مطابق اپنے پیشِ نظر عظیم الشان دینی و اصلاحی خدمات کے سرانجام دینے میں مشغول ہو گئے پھر انفرادی اصلاح اور تربیت باطنی کے کام کو بہت فروغ ہوا اور یہ جگہ مریضانِ باطنی کے علاج کا مرکز بن گئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اصلاح و تربیت، تصنیف و تالیف، درس و تدریس، افتاء و تبلیغ، مواعظ و ملفوظات ہی میں بسر ہوئی اور تقریباً نصف صدی تک خدمت و اصلاح خلق کے جتنے شعبے ہو سکتے تھے ہر شعبہ اور ہر راستہ سے تن تنہا وہ خدمات انجام دیں کہ بڑی بڑی جماعتیں اور ادارے اس کا عشر عشیر کرنے سے بھی عاجز ہیں۔

وقت گذرتا رہا اور اس خانقاہ کی اہمیت اور خصوصیات میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ یہی خانقاہ ایک ایسا شہرۂ آفاق، ہمہ گیر ادارہ بن گئی جو ایک ہی وقت میں دینی علوم و فنون کا ایک معیاری جامعہ بھی تھی جہاں سے دین متین کے اہم اور دقیع مسائل کی تنقیح و تحقیق کا زبردست کام ہوا اور یہی خانقاہ ایک بے مثال دینی درسگاہ بھی تھی جہاں علوم قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ تہذیب اخلاق کی عملی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ یہ خانقاہ برصغیر کی ایک مستند و معتبر دار الافتاء بھی تھی جہاں سے حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کے فقہی مسائل میں رہنمائی بھی ہوتی اور یہی خانقاہ تعلیم و تربیت روحانی اور تزکیۂ نفس و تہذیب اخلاق باطنی کی ایک ممتاز و منفرد تربیت گاہ بھی تھی جہاں بڑے بڑے جید علماء سے لیکر عوام کے ہر طبقہ کے طالبین حق و سالکین طریق تھوڑے سے عرصہ میں تربیت باطن اور تہذیب اخلاق سے آراستہ ہو کر حقیقت تصوف اور سلوک کا عرفان حاصل کر کے مشائخ طریق بنے اور اس شمع ضیاپاش سے اپنی اپنی بساط کے موافق روشنی حاصل کر کے اور منصب رشد و ہدایت پر فائز ہو کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے، جن کا فیضان روحانی ابتک جاری و ساری ہے

بالآخر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی دلی تمنا اور پیش گوئی اس طرح پوری ہو کر رہی

ع میدہد یزداں مراد متقیں ۔ ذالك فضل الله یوتیه من یشاء ۔

تصانیف

آپ کی تصانیف کی تعداد جن میں چھوٹے بڑے رسائل اور ضخیم تصانیف سب داخل ہیں نو سو کے قریب ہیں یہ تصانیف متحدہ ہندوستان کے پورے طول وعرض میں پہنچیں اور متعدد کتابوں کے عربی انگریزی کے علاوہ ملک کی مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے، ان تصانیف کے دینی وعلمی موضوعات کو دیکھا جائے تو دینی ضرورت کا کوئی موضوع بھی ایسا سامنے نہیں آتا جس میں آپ کے قلم نے رہنمائی نہ کی ہو۔

حضرت اقدسؒ اپنی تصانیف میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے کہ جس طبقہ کے لئے کتاب لکھی جارہی ہے انداز بیان بھی اسی کے مناسب ہو، اس کا اندازہ عوامی اور سہل کتابوں میں آپ کی مقبول عام اور نہایت عظیم النفع تالیف بہشتی زیور اور دوسری طرف علمی تصانیف میں بیان القرآن کو دیکھکر ہو سکتا ہے۔

مواعظ

حضرت تھانویؒ کا جذبۂ تبلیغ ان کو متحدہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں لے گیا اور مختلف موضوعات پر بعض اوقات مسلسل ۵۔ ۵ گھنٹہ تک آپ کے وعظ ہوئے ہیں جو دین کے اجزائے خمسہ پر مشتمل اور آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ پر مبنی ہیں۔ تقریباً ۴۰۰ وعظ قلمبند ہو کر شائع بھی ہوئے اور ان کی اشاعت اپنی مقبولیت اور افادیت کے پیش نظر برابر جاری ہے۔

ملفوظات

مواعظ کے علاوہ حضرت حکیم الامتؒ کے افادات وعلوم کی اشاعت کا ایک بڑا ذریعہ ان کے روزمرہ کے ملفوظات ہیں جو تقریباً ساٹھ جلدوں پر مشتمل ہیں ان میں سے ہر ایک مجموعہ حضرت کی نظر سے گذار کر شائع کیا گیا ہے۔

یہ مواعظ و ملفوظات احکام اسلامی، رد بدعات، تعلیم اخلاق، درستگی اعمال، اصلاح معاشرت اور نصائح دلپذیر پر مشتمل ہیں، شریعت وطریقت، دنیا و آخرت اور ہر شعبۂ زندگی کے مسائل و معاملات میں جو دشواریاں اور اشکالات پیدا ہوتے ہیں انکا آسان

حل، مناسب ومفید تدابیر اور علاج ان میں موجود ہے۔

رشد وہدایت اور احسان وسلوک

حضرت اقدسؒ کے یہاں دین ودنیا کے تمام امور میں توازن واعتدال تھا افراط وتفریط سے احتراز اور حفظ حدود کا خاص اہتمام تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حقیقی معنی میں حکیم الامت بنایا تھا۔ مسلمانوں کی صلاح وفلاح کی فکر آپ کی حوائج طبعیہ میں داخل اور عمر کے بیشتر اوقات کا مشغلہ ہوگئی تھی۔ دین کے ہر رخنہ پر نظر اور اسکی اصلاح کی فکر، امت کی ہر ضرورت کا خیال اور اس کی صحیح وسہل تدبیریں حق تعالیٰ نے آپ پر القاء فرمائیں۔

اکثر اطباء علاج میں صرف مرض کا خیال کرتے ہیں مریض کا نہیں شخصی حالات یا زمان ومکان کے اختلاف پر بہت کم نظر جاتی ہے، حضرتؒ کے یہاں روحانی معالجہ میں دونوں باتوں کا پورا پورا لحاظ رہتا تھا، طالب کی قوت برداشت' اس کے مذاق اور دلچسپی کی بھی خاص رعایت رکھی جاتی تھی۔ سب کے لئے ایک ہی نسخہ نہیں برتا جاتا تھا، آپ اکثر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا مقولہ نقل فرماتے تھے کہ شیخ ایسا ہونا چاہیئے جس میں دین انبیاء کا سا ہو' تدبیر اطباء کی اور سیاست بادشاہوں کی سی ہو۔

تربیت باطنی کا امتیاز

اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامتؒ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اپنے مواعظ وملفوظات اور عام مجالس میں عقائد وعبادات کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اخلاق ومعاملات اور عملی زندگی کے کاروبار کی صحت پر بیحد زور دیا ہے اور لوگوں کو شیخ کامل کی رہنمائی میں خود اپنی اصلاح کی طرف خصوصیت سے متوجہ کیا ہے۔

ان کے یہاں کسی سلسلہ کی روایات تھیں نہ رسوم، تعلیم وتربیت کے نہ وہ کورانہ تقلید کے انداز تھے نہ روایتی حلقے، توجہ نہ مراقبے، بس اہتمام تھا تو شریعت کے احکام کی بجاآوری کا اور دھن تھی تو ہر انداز زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے اتباع کی، فکر تھی تو نفس وشیطان کے مکائد سے بچنے کی۔ انکے

یہاں کیفیات، مکاشفات، منامات اور کرامات پر اتنا زور نہیں تھا جتنا کہ عقائد و عبادات، معاملات، معاشرت، سیاست اور طریقت کی درستگی پر تھا، فرمایا کرتے تھے کہ

"بھائی میں تو اپنی مجلس کو بزرگوں کی مجلس نہیں بنانا چاہتا، آدمیوں کی مجلس بنانا چاہتا ہوں"

اور فرماتے

"میں تو کہا کرتا ہوں کہ بزرگ بننا ہو ولی بننا ہو قطب بننا ہو تو کہیں اور جاؤ اگر انسان بننا ہو تو میرے پاس آؤ"

اسی سلسلہ میں فرماتے کہ انسان بننا فرض ہے بزرگ بننا فرض نہیں اس لئے کہ انسان نہ بننے سے دوسروں کو تکلیف ہوگی۔ اور بزرگ نہ بننے سے اپنے ہی کو تکلیف ہوگی۔

مقصود بیعت آپ چاروں سلسلوں (چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور قادریہ) میں بیعت فرماتے تھے، مگر اس کے ساتھ ہی بیعت کو لازم و ضروری خیال نہ فرماتے بلکہ طالب کے ذہن میں اول ہی مرحلہ میں یہ بات ذہن نشین کرا دیتے کہ تزکیۂ نفس اور ترقی باطن بیعت پر موقوف ہے نہ اوراد و وظائف پر بلکہ اصل شئی جس سے معرفت، تقویٰ، شرافت نفس حاصل ہوتی ہے اور تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے وہ صرف ظاہر و باطن کے اوامر و نواہی پر عمل اور اتباع سنت ہی پر ہے۔ جو ہر شخص پر فرض و واجب ہے اور یہی حاصل تصوف و سلوک ہے عام ذہنوں میں جو یہ بات جم گئی ہے کہ صرف زبانی معاہدہ کو کافی نہیں سمجھا جب تک ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت نہ کیا جائے۔ حضرتؒ فرماتے تھے یہ غلو فی العقیدہ ہے اس کی اصلاح ہونی چاہئے، یہ ہاتھ میں ہاتھ دینا ظاہری بیعت ہے اصل بیعت تو کام کرنا ہے اور فرماتے کہ میں تو عملاً یہ دکھا دینا چاہتا ہوں کہ نفع بیعت پر موقوف نہیں بلکہ تعلیم اور اس کی اتباع پر موقوف ہے اصل چیز یہی ہے، آپ سالکین کے لئے تمام کیفیات

وانفعالات باطنی کو نظر انداز کر کے دو باتوں کی خاص طور پر تلقین فرماتے۔ ایک یہ کہ غایت طریق پر نظر رکھی جائے کہ وہ رضائے حق ہے جس کا حصول محض ادائے حقوق واجبہ پر منحصر ہے۔ دوسرے معاملات و تعلقات میں اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے پائے، یہی شرافت نفس اور صحیح احساس انسانیت کی علامت اور غایت سلوک ہے۔

آپ بہت اہتمام سے تاکید فرماتے تھے کہ حقوق العباد کا ادا کرنا اوراد و وظائف سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے اس کے ترک سے مواخذہ ہوگا اور ترک وظائف سے کچھ مواخذہ نہیں یہ تو مستحب ہے لوگ ضروری کام کو چھوڑ کر غیر ضروری اختیار کرتے ہیں۔ اسی لئے حضرتؒ کے یہاں سب سے زیادہ اہتمام تہذیب اخلاق و دیانت پر تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ

میری تعلیم و تربیت کا سارا مدار اسی پر ہے، میں طریق میں تہذیب اخلاق کو سب سے زیادہ مقدم سمجھتا ہوں، چنانچہ جب اخلاق درست ہوجاتے ہیں تو اعمال خود بخود درست ہو جاتے ہیں اور جب تک اصلاح اعمال و اخلاق نہ ہو اس وقت تک ذکر و اذکار سے کوئی نفع نہیں ہوتا، اس لئے کہ اخلاق و اعمال کی خرابی ایسا حجاب ہے جو ان کے اثرات و انوار کو روح میں سرایت کرنے سے روک دیتا ہے۔

شاہی سلوک

حضرت حکیم الامتؒ نہ تو ریاضات و مجاہدات کراتے نہ ترک تعلقات، نہ ترک لذات و مباحات بلکہ یہ تاکید فرماتے کہ خوب آرام و استراحت سے رہو تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور طبیعت میں نشاط رہے جو معین عبادت ہو البتہ معصیت کے پاس بھی نہ پھٹکو، نفس کی نگرانی رکھو، ہمت سے کام لو اور بقدر تحمل و فرصت کچھ ذکر و شغل بھی کرتے رہو بس انشاءاللہ مقصود کا حصول یقینی ہے۔ نہ کم کھانے کی ضرورت نہ کم سونے کی، یہ دونوں مجاہدے آجکل متروک ہیں کیونکہ طبائع میں آجکل ضعف غالب ہے البتہ کم بولنا اور کم ملنا جلنا

ضروری ہے مگر نہ اتنا کم کہ جس سے قلب میں انقباض پیدا ہو جائے اور فرماتے یہی شاہی سلوک ہے۔

ایک حکیمانہ اصول

تربیت باطنی کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت کو ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے افعال انسانی کی بنیادی تقسیم اختیاری اور غیر اختیاری کے درمیان فرما کر لاتعداد جزئی مسئلے طے کرا دیئے اور خود اس سے اتنا کام لیا ہے کہ ہزاروں مشکلات طریق اس کے ذریعہ سے حل فرما دیں اور بے شمار الجھنوں سے بچا لیا۔ صدیوں سے اس کا ایسا عام مفہوم بیان نہ ہوا تھا۔

جب کوئی طالب اصلاح اپنے کسی رذیلہ کا علاج دریافت کرتا تو حضرت سب سے پہلے یہی سوال فرماتے کہ یہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری اگر وہ کہتا کہ اختیاری ہے تو فرماتے کہ جس بات کا فعل اختیاری ہے اس کا ترک بھی اختیاری ہے۔ ہمت کر کے اختیار کو عمل میں لاؤ اور چھوڑ دو ــــ اگر کہتا کہ غیر اختیاری ہے تو اگر وہ دراصل غیر اختیاری ہوا تو فرماتے کہ غیر اختیاری کا آدمی مکلف ہی نہیں۔ پھر اس میں دینی ضرر ہی کیا ہوا جو اس کا علاج پوچھا جاتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جو کام اختیاری ہے اس کی تو انسان تکمیل کر سکتا ہے، اور غیر اختیاری کی فکر میں پڑ کر اصل مقصود سے دور جا پڑتا ہے پھر اختیاری بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔

چند اصول

حضرتؒ کے ضابطۂ تعلیم و تربیت میں چند خاص بنیادی اصول تھے جن کی فہم پیدا ہو جانے سے طریق میں کوئی جھگڑا، پیچیدگی یا ابہام باقی نہ رہتا تھا مثلاً مطالبات دین کو مفاد دنیا پر غالب رکھنا اختیاری امور میں کوتاہی نہ کرنا اور غیر اختیاری امور کے درپے نہ ہونا، سالک کو تجویز ترک کرنا اور تفویض کو اختیار کرنا، مقصود شرعیہ کو پیش نظر رکھنا اور غیر مقصود کی طرف التفات نہ کرنا، کیفیات باطنہ کو محمود سمجھنا اور مقصود نہ سمجھنا طبعی امور سے مغلوب نہ ہونا بلکہ عقل

کے فتویٰ پر عمل کرنا اور ہمیشہ عقل کو شریعت کا تابع رکھنا۔

شریعت وطریقت کا تلازم

حضرت حکیم الامتؒ کی ذات شریعت وطریقت کا حسین امتزاج تھی، کوئی صرف عالم ہوتا ہے اور طریقت سے ناواقف، کوئی محض صوفی ہوتا ہے اور علوم شرعیہ سے ناآشنا، مگر آپ ایک ہی وقت میں صوفی بھی تھے، عالم بے بدل بھی رومیٔ عصر بھی تھے رازیٔ وقت بھی، آپ نے جس طرح شریعت ظاہرہ کو جہالت وضلالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا کام انجام دیا اسی طرح طریقت باطنہ کو افراط وتفریط کی بھول بھلیوں سے نجات دلائی، طریقت کو جو ایک زمانہ سے محض چند رسوم کا مجموعہ ہوکر رہ گئی تھی اور جس کی اصل حقیقت مستور ہوچکی تھی حشو وزوائد سے صاف کرکے قدما اور سلف صالحین کے رنگ پر لاکھڑا کیا۔ جاہل پیروں اور دوکاندار صوفیوں کی پیدا کردہ غلط فہموں اور من گھڑت عقیدوں کی اصلاح فرمائی جو شریعت اور طریقت کو دو چیزیں سمجھتے اور سمجھاتے رہے۔

آپ نے تمام عمر یہی تلقین فرمائی کہ طریقت عین شریعت ہے۔ احکام الٰہی کی باخلاص تمام تعمیل وتکمیل کا ہی نام طریقت ہے باقی سب ہیچ ہے۔ تصوف کے بغیر دین وایمان کامل ہی نہیں ہوتا۔ یہی خواص امت کا مذہب ہے۔ آپ نے ایک مستقل کتاب مسائل السلوک من کلام الملوک اور دوسری التشرف بمعرفت احادیث التصوف تصنیف فرماکر تصوف کے احکام اس کی اصلی اور صحیح تعلیمات کو کتاب وسنت سے جمع کرکے پیش کرنے کا اہتمام بلیغ فرمایا اور زبان وقلم سے اس فن کے مسائل پر اتنا کچھ لکھا اور بیان فرمایا کہ اس کے بعد طالب پر اصل طریق کا کوئی گوشہ اندھیرے میں نہیں رہا خود فرماتے ہیں کہ

"اب الحمد للہ طریق بے غبار ہے صدیوں تک تجدید کی ضرورت نہیں جب ہوگی حق تعالیٰ اور کسی کو پیدا فرمادیں گے یہ ان کی رحمت ہے

جس سے چاہیں اپنا کام لے لیں کسی خاص شخص پر موقوف نہیں۔

فیضانِ تربیت

اس ہمہ گیر تربیت اور مصلحانہ تعلیم و تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں میں دینی شعور اور اسلامی شعائر کی طرف رجحان پیدا ہونے لگا۔ اور تصنیف و تالیف، مواعظ و ملفوظات کی بدولت ہزاروں مسلمانوں کی زندگی میں دینی انقلاب واقع ہوا، اور وہ محض نام کے بجائے کام کے مسلمان بن گئے، ان کے ایمان میں پختگی، عقائد میں درستی، عبادات میں خلوص، معاملات میں صفائی اور معاشرت و اخلاق میں اسلام کی جھلک پیدا ہوئی جس سے ان کی دنیا و آخرت دونوں سدھر گئیں۔

عوام و خواص کا جتنا بڑا طبقہ حضرت حکیم الامتؒ کے فیض سے مستفیض ہوا اس کی مثال اس دَور میں کم ہی ملے گی، اس دائرہ کی رفعت و بلندی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان کے بڑے بڑے صاحب علم و فضل اور اہلِ کمال ان کے دامن عقیدت سے وابستہ تھے۔ متوسلین یوں تو ملک بھر میں لاکھوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے تھے، برصغیر اور اس کے باہر بھی ہزاروں اشخاص نے ان سے اصلاح و تربیت حاصل کی۔ لیکن علم و فضل کے ایسے مجسم خزانے جنہوں نے بعد میں بھی اس چشمۂ فیض کو جاری رکھا ان کی تعداد بھی سوا سو سے زائد ہے۔ اس حلقۂ فیض کے جرعہ نوش زندگی کے مختلف طبقات سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں علماء اور صوفیاء بھی تھے تاجر و سوداگر اور زمیندار بھی، امراء اور نواب بھی تھے غریب اور مفلس و قلاش بھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس میں علوم و معارف اور حقائق کے دریا بہاتے، اہل ذوق حضرت کی باتیں سنتے اور لکھتے، عارفین جھومتے اور اہلِ دل وجد کرتے، تعلق مع اللہ کا وجدان حاصل کرتے، بڑے بڑے علماء، وکلاء، اور فلسفی حضرت کے سامنے گردن جھکا کر بیٹھ جاتے، اکثر و بیشتر انگریزی تعلیم یافتہ اور سرکاری محکموں کے بڑے بڑے عہدہ دار بھی کثرت سے

حضرت کی تعلیمات سے متاثر ہوئے اور بعض تو حلقہ بگوش عقیدت ہو گئے اور بعض کی باطنی تعلیم و تربیت سے دینی حالت میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی کہ حضرت نے ان کو اپنے خلفائے مجازین صحبت میں شامل فرما لیا۔ مگر ان لوگوں میں سے حضرت تھانویؒ نے نہ کسی کی دولت ختم کرائی، نہ کسی کو گوشہ نشین بنایا، نہ کسی کے بیوی بچے چھڑائے نہ اعزہ و اقارب کے چھوڑنے کو کہا بلکہ ہر ایک کو اپنی حیثیت پر قائم رکھتے ہوئے ولی اور مصلح بنایا۔ اس طرح حضرت حکیم الامتؒ نے اس دَور حاضر میں ایک ایسی زندہ مثال قائم فرمادی کہ مسلمان خواہ کسی مشغلۂ زندگی سے وابستہ ہو اگر چاہے تو پکا دیندار بن سکتا ہے۔ یہ حضرت کی ایسی کرامت اور کارنامۂ تبلیغ دین ہے جو ہر اعتبار سے انفرادیت کا درجہ رکھتا ہے، خود ایک موقع پر اپنی خانقاہ کے تربیت یافتہ لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

دیکھو! سرکاری ملازمین میں میرے تربیت یافتہ لوگ ملیں گے علماء، صوفیاء اور مدرسین میں میرے مجازین ملیں گے، اطباء و ڈاکٹروں میں، تاجروں میں، وکیلوں میں، انجینئروں میں میرے اجازت یافتہ ملیں گے، فقیروں اور نوابوں میں میرے مسلک کے لوگ ملیں گے۔ تمہارے لئے اس دَور سے زیادہ فتنہ والا دَور اور کیا ہوگا۔ بس دیکھو! دین کے بارے میں ان کی مثالیں سامنے رکھنا، ان کا دامن پکڑے رکھنا، دیکھو! دین کتنا آسان ہے، یہ سب تمہارے سامنے ہیں، سب اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں کوئی چیز ان کے لئے دین سے مانع نہیں حارج نہیں، دیندار ہوتے ہوئے بھی سب اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں، تحصیل معاش میں مصروف ہیں، کوئی دشواری نہیں کوئی مشکل نہیں، اب تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہونا چاہیے تم کو صاف محسوس ہوگا کہ

دین کس قدر آسان اور ہر شعبۂ زندگی میں قابل عمل ہے ۔

(مآثر حکیم الامت صہ ۱۴۶)

مجلس صیانۃ المسلمین

وراثت نبوت یا جذبۂ مجددیت سے جو شفقت علی الخلق واصلاح مسلمین کی فکر حضرت حکیم الامتؒ پر ہمہ وقت طاری تھی اس نے آپ کا سونا، جاگنا، رفتار و گفتار، آرام و راحت سب کا سب اسی مشغلہ کی نذر کر دیا تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی مصیبت آتی یا پریشانی کی خبر آتی وہ غم میں اس طرح گھلنے لگتے تھے جیسے کسی شفیق باپ کی صلبی اولاد پر کوئی مصیبت آئی ۔

اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس دورِ فتن میں ایسے جذبہ رکھنے والے کو چین و آرام کہاں ؟ خود احقر نے بارہا دیکھا کہ جب کوئی فتنہ مسلمانوں میں چلا جس سے ان کی دینی یا دنیوی تباہی کا خطرہ تھا تو حضرت کا نظام صحت مختل اور قویٰ میں ضعف و اضمحلال نظر آنے لگتا تھا۔ ایک ایسے ہی فتنہ کے زمانہ میں خود فرمایا کہ

مسلمانوں کی موجودہ حالت اور اس کے نتائج کا تصور اگر کھانے سے پہلے آجاتا ہے تو بھوک اڑ جاتی ہے، اور سونے سے پہلے آجاتا ہے تو نیند اڑ جاتی ہے ۔ الخ

اسی فکر کے مدنظر ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ کو نماز صبح کے وقت آپکے قلب پر وارد ہوا کہ بعض اعمال خاصہ ہیں کہ جن کا التزام کرنے سے مسلمانوں کے مصائب دور ہو سکتے ہیں چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں ۲۵ اصول حیات حیوٰۃ المسلمین کے نام سے مرتب فرمائے جو فہرست ہے ان اعمال کی جن پر عمل پیرا ہونے سے دین و دنیا کی فلاح یقینی ہے ۔ اور ان مصائب کا جو اس وقت مسلمانوں پر آرہے ہیں مکمل علاج موجود ہے ۔ حضرت تھانویؒ اپنی تمام تصانیف پر حیوٰۃ المسلمین کو ترجیح دیتے تھے اور

اس کو اپنے لئے سرمایہ نجات سمجھتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

میرا غالب گمان ہے اس سے میری نجات ہوجائے گی اس کو میں اپنی
ساری عمر کی کمائی اور تمام عمر کا سرمایہ سمجھتا ہوں۔

ان اصول حیات کی وسیع پیمانہ پر عملی ترویج اور مسلمانوں کی زندگی میں ان کے مکمل نفاذ کی منظم طریقہ پر جد وجہد کے لئے ۳۱ دفعات پر مشتمل ایک نظام عمل صیانۃ المسلمین کے نام سے ۱۳۱۵ھ میں جاری فرمایا اور امت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو دین کی حفاظت، ذاتی، اجتماعی اصلاح اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی تدابیر مرتب فرمائیں۔

حیوٰۃ المسلمین شخصی اصلاح کے لئے تحریر فرمائی گئی اور صیانۃ المسلمین میں جمہوری نظام پیش کیا گیا ہے۔ یہ چشمۂ فیض آج بھی علمائے ہند و پاک کی سرپرستی میں لاہور سے پشاور تک جاری وساری ہے اور اس کے مفید نتائج بھی سامنے آرہے ہیں اگر سب ملکر اجتماعی طور پر اس کو اختیار کرلیں تو معاشرے کی تمام خرابیاں بہت جلد دور ہوجائیں اور مسلمان موجودہ پستی اور تنزل سے نجات حاصل کرکے ترقی حاصل کرسکتے ہیں اس لئے کہ اس میں انتظام ہے ان کے دین و دنیا کا جو انشاء اللہ قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے پیام عمل ہے۔

بزرگانِ دین سے عقیدت ومحبت

حضرت حکیم الامتؒ کو حضرات بزرگان دین و اولیائے کرام سے خاص عقیدت ومحبت تھی آپ اپنے زمانہ کے تمام بزرگانِ دین سے ملے ہیں اور ہر ایک سے دعاء وتوجہ اور لطف وعنایت کے ذریعہ استفادۂ باطنی کیا ہے آپ فرماتے تھے کہ

"بزرگوں کے ناموں سے بھی روح میں تازگی اور قلب میں نور
پیدا ہوتا ہے"

بزرگانِ دین کے ذکر خیر کو اس درجہ نافع اور مفید سمجھتے تھے کہ "نزہت البساطین"

کے نام سے بزرگوں کی ایک ہزار حکایات کا مجموعہ شائع کرایا اس کے علاوہ "قصص الاکابر" اور "ارواح ثلثہ" وغیرہ آپ کے ایماء سے مرتب ہو کر شائع ہوئیں آپ نہایت وثوق سے فرماتے تھے کہ

"بزرگان دین اور اولیائے کرام خدا ورسول کے عاشق ہیں اس لئے ممکن نہیں کہ ان کے حالات پڑھے جائیں اور قلب میں محبت الٰہی پیدا نہ ہو۔"

آپ کو اپنے شیخ کے ساتھ ایسا شغف تھا کہ ساری عمر اپنے تمام کمالات کو حضرت حاجی صاحب ہی کی طرف منسوب فرماتے رہے۔ اسی طرح اپنے سارے ہی کاموں کو شیخ کے نام سے موسوم فرمایا مثلاً خانقاہ کا نام "امداد القلوب" اور مدرسہ کا "امداد العلوم" رکھا۔ اپنے فتاویٰ کا نام "امداد الفتاویٰ" تجویز فرمایا۔

زندہ کتابیں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کتابوں پر زیادہ نہیں رہتی تھی علوم ومعارف کے چشمے تو بس اندر ہی سے ابلتے رہتے تھے۔ ایک صاحب نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے اس قدر کتابیں تحریر فرمائی ہیں تو ہزاروں کتابیں دیکھی ہوں گی؟ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا

ہاں چند کتابیں دیکھی ہیں جن کے نام یہ ہیں حضرت حاجی امداد اللہؒ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔ ان کتابوں نے مجھے دوسری تمام کتابوں سے بے نیاز کر دیا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ مجھے زیادہ کتب بینی کا ذوق نہیں ہوا کیونکہ نفسِ علم کو مقصود نہیں سمجھا، عمل کے لئے جتنے علم کی ضرورت ہے اس میں اپنے بزرگوں پر کمل اعتماد و اعتقاد تھا جو کچھ قرآن وسنت کی تعبیر میں انھوں نے فرمایا تھا اس پر دل سے مطمئن تھا۔ مجالس حکیم الامت ص ۱۰۳

مولانا دریابادی فرماتے ہیں کہ وہاں تو

صد کتاب و صد ورق در نار کن　　　سینہ را از نورِ حق گلزار کن

کا گلزار کھلا رہتا تھا اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ آجکل رسالوں کے باعث لوگوں میں کتب بینی کا مذاق بہت پھیل گیا ہے اور معمولی طالب علم بھی خوب کتابیں پڑھنے لگے ہیں لیکن نظر کی اس وسعت نے نظر کے عمق کو غارت کر دیا ہے لوگوں کی نظریں پھیلی ہوئی تو بہت ملتی ہیں لیکن گہری نہیں ہوتیں ۔ صرف سطح پر رہتی ہیں اپنے مضامین مقالات میں حوالے تو خوب دیدیتے ہیں کہ فلاں کتاب کے فلاں صفحہ پر یوں لکھا ہے لیکن فہم مسائل کی استعداد نہیں بڑھتی ۔ سمندر سے موتی وہی نکال کر لا سکتے ہیں جو گہری غواصی کر سکتے ہوں محض سطح سمندر پر دور دور تک تیرتے ہوئے چلے جانے سے کچھ ہاتھ نہیں آتا ، اگلے علماء مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہم کے پاس کتابوں کا ذخیرہ بہت ہی کم تھا لیکن نکتے کیسے کیسے ان حضرات نے پیدا کئے ۔　　　حکیم الامت نقوش و تاثرات ص۳

بار ہا حضرت اقدسؒ نے خود اپنے متعلق فرمایا کہ

"کبھی طالب علمی میں میں نے محنت کی نہ اس طریق (تصوف) میں کبھی مجاہدات و ریاضات کئے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے سب اپنے حضرات اساتذہ و مشائخ کی دعاء و توجہ اور میری طرف سے غایت درجہ ادب و عقیدت کا ثمرہ ہے

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

" الحمد للہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لئے بھی مکدر نہیں کیا "

استغناء اور توکل

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے علم و فضل اور کمالات باطنی کے ساتھ استغناء اور توکل کی نہایت ممتاز اور یگانۂ روزگار دولت عطا فرمائی تھی اور فیاضی کے جوہر سے بھی نوازا تھا ۔ کانپور میں حضرتؒ کا مشاہرہ ۲۵ روپے ماہوار مقرر ہوا تھا جو اگرچہ اس زمانہ کے

لحاظ سے کچھ کم بھی نہ تھا لیکن حضرت کے کمالات اور والد صاحب کے تمول کے پیش نظر کچھ بھی نہ تھا مگر حضرت تھانوی نے اس کو بھی بہت سمجھا کیونکہ فرماتے تھے کہ

جب کبھی طالب علمی میں تدریس کے متعلق سوچتا تھا تو دس روپے سے زیادہ تنخواہ پر نظر نہ جاتی تھی نہ دس سے زیادہ کا خود کو مستحق سمجھتا تھا۔

کانپور سے ترک ملازمت کے بعد جب خانقاہ امدادیہ میں متوکلانہ قیام فرمایا تو اس وقت ضروریات خانگی کے لیے ڈیڑھ سو روپیہ قرض ہوگیا، آپ نے حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں دعا کی درخواست پیش کی اور ایک عریضہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا، حضرت حاجی صاحب نے تحریر فرمایا کہ آپ کی استقامت اور توکل میں کامیابی کی دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ظاہری اور باطنی فیض کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔

اور حضرت مولانا گنگوہیؒ نے دریافت فرمایا کہ مدرسہ دیوبند میں ایک جگہ ملازمت کی خالی ہے اگر رائے ہو تو میں ان کو لکھدوں؟ حضرت گنگوہی کے اس سوال سے حضرت حکیم الامت کشمکش میں پڑ گئے کہ ملازمت اختیار کرنے کی صورت میں حاجی صاحب کے ارشاد کی مخالفت لازم آتی ہے اور نہیں کرتا تو حضرت گنگوہیؒ کے اس ارشاد کے باوجود قبول نہ کرنا ایک گونہ بے ادبی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے صحیح جواب دل میں ڈال دیا' فرمایا میرا تو اس وقت عرض کرنے کا مقصد صرف دعا ہے کسی ملازمت یا ذریعہ معاش کی طلب مقصود نہیں کیونکہ حضرت حاجی صاحب نے ممانعت فرمائی ہے کہ کانپور سے تعلق چھوڑ دو تو پھر کوئی دوسری ملازمت اختیار نہ کرنا لیکن اگر حضرت کی یہی تجویز ہے تو میں اس کو بھی حضرت حاجی صاحب ہی کی تجویز سمجھوں گا اور پہلی تجویز کا ناسخ قرار دیکر ملازمت اختیار کرلوں گا۔ اس پر حضرت مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا نہیں۔ نہیں میں ہرگز اس کے خلاف

مشورہ نہیں دیتا، دعا کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ چنانچہ ہر دو اکابر کی دعاؤں کی برکت سے بہت جلد قرضہ سے سبکدوشی ہوگئی۔

اشرف السوانح جلد اول صہ

برادر خورد منشی اکبر علی صاحب کا واقعہ خود حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی مجلس میں بیان فرمایا کہ

ایک دفعہ بھائی نے چاہا کہ میں کچھ ماہوار تمہارے لئے مقرر کردوں، سمجھدار آدمی ہیں بے تکلف لکھدیا میں نے لکھا کہ اس میں خرابی ہے اب تو میری نظر کسی خاص شخص پر نہیں اللہ پر ہے اور اگر مخلوق پر بھی ہے تو کسی مخلوق معین پر تو نہیں ہے اگر تم نے ماہوار مقرر کر دیا تو بریلی ہی میں دل پڑا رہے گا۔ اول تو حساب لگانا پڑے گا کہ مارچ ختم ہو گیا یا نہیں، مئی ختم ہوئی یا نہیں، جب پہلی تاریخ ہوگی تو یہ خیال ہوگا کہ آج تنخواہ وصول ہوئی ہوگی۔ آج روپیہ چلا ہوگا، آج راستہ میں ہوگا، آج آرہا ہوگا نہ آیا تو لیجئے پریشانی کہ معلوم کیا وجہ ہوگئی، من حیث لا یحتسب کی شان تو نہ رہے گی کہ جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا وہاں سے حق تعالیٰ دیتے ہیں۔ دوسرے میں نے یہ لکھا کہ برا ماننے کی بات نہیں گو تمہاری تنخواہ ساڑھے چار سو روپیہ ہے لیکن ضرورتیں مختلف ہوا کرتی ہیں، بعض دفعہ پانچ سو کا خرچ بڑھ جائیگا۔ اس وقت تم کو گرانی ہوگی، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر وقت جوش محبت کا نہیں رہتا وہ بڑے سمجھدار آدمی ہیں، انھوں نے لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ ایسی موٹی بات کی طرف لکھتے وقت مجھ کو توجہ نہیں ہوئی، آپ کا خط دیکھکر آنکھیں کھلیں اس کا ہر۔ ہر حرف آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ حسن العزیز جلد ا سیرت اشرف جلد دوم ص

جائداد چھوڑدی

حضرت کے والد ماجد نے جائداد خاصی چھوڑی تھی اگرچہ ان کے ذرائع آمدنی بھی کوئی ناجائز نہ تھے مگر حضرت کی نظر میں کچھ مشتبہ تھے اس لئے حضرت گنگوہیؒ کو خط لکھکر سوال کیا کہ حصہ لینے میں

مال مشتبہ ہونے کی وجہ سے تردد ہے اور چھوڑنے میں اس لئے تردد ہے کہ کہیں بعد میں پریشانی نہ ہو، جواب آیا

"اگر یہ حصہ لے لو تو رخصت ہے نہ رکھو جب بھی حق تعالیٰ روزی سے تم کو پریشان نہ کرے گا" سیرت اشرف جلد اول ص ۲۱۶

حضرت تھانوی نے تقویٰ کا پہلو اختیار فرمایا اور اپنا حصہ میراث جو بڑا سرمایہ تھا بھائیوں کی طرف منتقل فرما دیا۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ احقر نے اپنے والد سے سنا کہ حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ مولانا اشرف علیؒ کا ادنیٰ تقویٰ یہ ہے کہ والد کی میراث کا حصہ نہیں لیا۔ مجالس حکیم الامت ص ۳۸

تصانیف کی حق ملکیت

کتابیں ہزاروں کی نہیں لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہوئیں کوئی دوسرا ہوتا تو لکھ پتی ہو جاتا حضرت کی سیر چشمی وفیاضی، خلوص اور للٰہیت کی دلیل اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ تصنیفات کی اس غیر معمولی مقبولیت کے باوصف آپ نے کبھی کسی کتاب کا حق اشاعت وطبع اپنے لئے محفوظ نہیں رکھا۔ ہر شخص کو ان کے چھاپنے اور طبع کرانے کا اذن عام تھا۔

ہدیہ کا اصول

آپ کے حلقۂ ارادت میں اچھے خاصے رئیس اور اہل ثروت موجود تھے لیکن ہدیہ بس خصوصی مخلصوں سے ہی قبول فرماتے۔ اور ان کے لئے بھی حدود مقرر تھے۔ کسی کا ہدیہ چاہے جتنا بڑا ہوتا اگر ذرا ابہام اور ابہام یا اور کوئی بات اپنے معمول واصول کے خلاف ہوتی تو بلا ادنیٰ تامل کے منی آرڈر کے فارم پر وجہ لکھکر واپس فرما دیتے۔ اگر کوئی زیادہ کثیر رقم یا کوئی بیش قیمت ہدیہ استعمالی اشیاء کا پیش کرتا تو نہایت متواضعانہ انداز سے معذرت فرما لیتے۔

مصارف کا تعین

اپنے فتوحات مالیہ میں سے آپ چوتھائی حصہ علاوہ زکوٰۃ

کے صدقات نافلہ میں صرف فرماتے رہے۔ حاجتمندوں کی ضروریات پر جہاں تک علم ہو سکتا نظر رکھتے تھے۔ اور حسب موقع وگنجائش اعانت فرماتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ صدقات مالیہ جاریہ بھی حضرت اقدسؒ نے بہت کیے، چنانچہ بعض کمپنیوں میں حصص خرید کر وقف فرمادیئے اور ایک قطعہ زمین، بعض باغات، مکان وغیرہ اپنی حیات ہی میں وقف فرمادیئے تھے، اپنا ایک بڑا کتب خانہ جس میں زیادہ تر خود اپنی ہی تصانیف تھیں سہارنپور کے مدرسہ مظاہر علوم میں وقف فرمادیا۔ اسی طرح بعض اور متفرق کتابیں دیوبند، سہارنپور اور دیگر مدارس میں موقع بموقع بھیجتے رہے اور ترکہ کا چوتھائی حصہ کارہائے خیر میں صرف کیے جانے کی وصیت فرماگئے۔

چندہ کے متعلق اصول

آپ کا استغناء نہ صرف اپنی ذات تک محدود تھا بلکہ آپ مستغنی گر تھے کہ تمام اہل علم اور دینداروں کو مستغنی دیکھنا چاہتے تھے، مستغنی بنانا چاہتے تھے۔ آپ علماء و مدرسین کے لیے چندہ مانگنے کے کام کو بہت ناپسند فرماتے کہ اس غرض اور ریاء کی بدولت وہ آزادی اور استغناء کے ساتھ احکام کی تبلیغ نہ کر سکیں گے۔ اسی لیے آپ مدرسہ وغیرہ کسی دینی کام میں چندہ تک کے لیے شخصی تخاطب کے روادار نہ تھے، بس زیادہ سے زیادہ عمومی اعلان واطلاع کو جائز رکھتے تھے۔ وعظوں میں بھی چندہ کی تحریک سے ابتدا ہی سے احتراز کیا۔ خانقاہ کے مدرسہ امداد العلوم کا مدار بھی توکل ہی پر رکھا۔ کسی رئیس نے ایک رقم مدرسہ کے لیے بھیجی، ساتھ ہی تشریف آوری کی درخواست بھی کردی، حضرت نے رقم واپس فرمادی اور لکھا کہ دونوں باتوں کے اقتران سے احتمال ہوتا ہے کہ شاید مجھ کو متاثر کرنے کے لیے یہ رقم بھیجی گئی ہے۔

ایک صاحب نے مدرسہ کے لیے غالباً دو سو روپے بھیجے وصول فرمالیے دوسرے سال پھر رقم بھیجی اور لکھا کہ معمول کے موافق روپیہ بھیجتا ہوں لیکن سال

گذشتہ کی طرح اس مرتبہ بھی رسید نہ آئی تو آئندہ بند کردوں گا۔ منی آرڈر وصول نہیں فرمایا اور تحریر فرمایا کہ تم آئندہ سال بند کرو گے ہم اسی سال سے بند کرتے ہیں، آپ فرماتے تھے کہ

میرے یہاں تو اتنا بچاؤ ہے سوال سے کہ مدرسہ کے بارے میں بھی سوال کی صورت اختیار نہیں کی جاتی بلکہ میں تو کہدیتا ہوں کہ یہ مدرسہ نہیں ہے، اس کو خانقاہ کہتے ہیں ــــ کیونکہ مدرسہ آجکل اسے کہتے ہیں جس کا باقاعدہ انتظام ہو چندہ کی تحریک کی جاتی اور باقاعدہ رسید دی جاتی ہو اور یہاں ان باتوں میں سے ایک بھی نہیں۔ اس لئے اس کو مدرسہ کہنا ہی ٹھیک نہیں ــــ یہاں تو یہ ہے جس کا جی چاہے دو اور جس کا جی نہ چاہے مت دو۔ رسید کا اہتمام تو جب کریں جب ہم خود مانگتے ہوں۔ ہم جب مانگتے نہیں تو کیوں جھگڑا کریں۔ بعضے لوگوں نے کہا اس طرح تم نے تو چلا لیا مگر کسی اور سے نہ چل سکے گا۔ میں کہتا ہوں ہر وہ شخص چلالے گا جو خلوص سے اللہ کے بھروسہ پر کام کرے گا اور اگر نہ بھی چلے چھوڑ دے۔ میں نے بھی یہی قصد کر لیا تھا کہ جتنا کام اپنی ذات سے ہو سکے گا وہ کر لوں گا اور اس سے زیادہ اگر حق تعالیٰ چاہیں گے کسی ذریعہ سے کرادیں گے ورنہ اس کے عدم ہی میں مصلحت سمجھوں گا۔

ایک مہتمم صاحب کا خط آیا لکھا کہ خرچ بڑھا ہوا ہے اور آمدنی (کافی) نہیں سخت پریشانی ہے، فرمایا میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اس کی وحی تو نہیں ہوئی کہ فلاں خاص پیمانہ پر مدرسہ ہو تو مدرسہ کہلائے گا ورنہ نہیں، ارے بھائی کام کم کرو خرچ خود کم ہو جائے گا اور اگر بالکل آمدنی نہ ہو تو مدرسہ بند کر دو کوئی فرض نہیں، واجب نہیں۔ ظاہر ہے کہ آمدنی کا ہونا اختیاری نہیں مگر خرچ کم کر دینا اختیاری ہے۔

سیاسی تحریکات میں عدم شرکت	حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا

طبعی میلان یکسوئی کے ساتھ تصنیف و تالیف، تعلیم و تربیت اور اصلاح امت و ہدایت خلق کی طرف تھا۔ اس لئے عملی طور پر سیاسی و ملکی تحریکوں میں براہ راست حصہ لینے کی نوبت نہ آئی اور نہ آپ کبھی کسی سیاسی جماعت سے منسلک ہوئے البتہ جب کبھی ملک میں کوئی سیاسی تحریک شروع ہوئی اس کے بارے میں ایک ماہر شریعت عالم دین ہونے کی حیثیت سے اس کی شرعی حیثیت پر فقیہانہ نظر بصیرت ڈال کر نتائج و عواقب واضح کرنے اور ملت کی علمی و روحانی رہنمائی کا فریضہ ادا کرنے میں کبھی دریغ نہ فرمایا، آپ کو کسی تعلیم گاہ کے طلبہ و مدرسین کا ملک کی عملی سیاست میں حصہ لینا اصولاً پسند نہ تھا کہ اس سے تعلیم میں خامی پیدا ہو جاتی ہے

یہی وجہ تھی کہ دارالعلوم دیوبند کے طلبہ اور اساتذہ نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تو آپ نے دارالعلوم کی سرپرستی سے استعفار دیدیا۔ چنانچہ فرماتے تھے کہ

علماء کو تو اپنے لکھنے پڑھنے کی طرف مشغول ہونا چاہیئے۔ دیکھیے جس قدر متمدن قومیں اور سیاسی قومیں ہیں ان میں بھی تقسیم عمل ہوئی، اگر سب ایک ہی طرف اور ایک ہی کام میں لگ جائیں تو ملک کا نظام درہم برہم ہو جائے۔

افاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۲۱۸

مدرسہ دیوبند کو سیاست سے بالکل الگ رہنا چاہیئے اور یہی ہمارے اکابر کا طریق تھا کہ تعلیم کے زمانہ میں کسی دوسری طرف توجہ کو سخت مضر خیال فرماتے تھے اور ظاہر ہے کہ معلمین کے طرز عمل کا طلبہ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے لہٰذا مدرسہ کے مدرسین کو بالخصوص طلبہ کی مصلحت سے سیاست سے علیحدہ رکھنا ضروری ہے اور مدرسین کے دوسری طرف متوجہ ہوتے سے تعلیم کا حرج بھی مشاہد ہے۔ ایک ایسی جماعت کی بھی سخت ضرورت ہے جو محض علم دین کی خدمت کرے۔

خاتمۃ السوانح ص ۵۵ مطبوعہ لاہور

میری پختہ رائے یہ ہے کہ طلبہ کو سیاست میں مبتلا نہ کیا جائے طلبہ اگر ان قصوں میں پڑ گئے تو وہ تعلیم سے بھی جاتے رہیں گے اور تربیت بھی ان کی نہ ہوگی چنانچہ جب سے طلبہ کو اس سلسلہ میں ڈال دیا گیا ہے ان میں آزادی پیدا ہو گئی۔

خاتمۃ السوانح ص ۵۷ مطبوعہ لاہور

طالب علمی کے زمانہ میں کسی اور چیز کی طرف توجہ ہونا تعلیم کو برباد کرنا ہے طالب علم کے لئے یکسوئی اور جمعیت قلب ضروری ہے، اس کے برباد ہونے سے تعلیم برباد ہو جاتی ہے۔ میں نے زمانۂ طالب علمی میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی تھی تو اس پر حضرت نے فرمایا تھا کہ جب تک کتابیں ختم نہ ہو جائیں اس خیال کو شیطانی خیال سمجھنا۔ واقعی یہ حضرات بڑے حکیم ہیں، کیسی عجیب بات فرمائی، ایک وقت میں قلب دو طرف متوجہ نہیں ہوتا بس ضروری کو غیر ضروری پر ترجیح دینا چاہیے۔ افاضات الیومیہ جلد ۳ ص ۳۴

اہتمام انضباط اوقات

حضرت حکیم الامتؒ نہایت منتظم المزاج اور اصول و ضوابط کے پابند تھے۔ وقت کے لمحات ضائع نہیں ہونے پاتے تھے۔ کھانے پینے، سونے جاگنے اور اٹھنے بیٹھنے کے تمام اوقات مقرر تھے، جن پر سختی سے عمل فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے وقت میں برکت بھی بڑی عطا فرمائی تھی۔

مجھے انضباط اوقات کا بچپن ہی سے بہت اہتمام ہے جو اس وقت سے لیکر اب تک بدستور موجود ہے اور یہ اسی کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس قدر دینی کام مجھ سے لے لیا ہے۔ میں ایک لمحہ بھی بیکار رہنا برداشت نہیں کرتا میرے استاذ حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ایک بار تھانہ بھون تشریف لائے، میں نے ان کے قیام اور راحت رسانی کے تمام ضروری انتظامات کئے۔ جب تصنیف کا وقت آیا تو باادب عرض کیا کہ حضرت میں اس وقت کچھ لکھا کرتا ہوں

اگر حضرت اجازت دیں تو کچھ دیر لکھکر پھر حاضر ہو جاؤں ۔ گو میرا دل اس روز کچھ لکھنے میں لگا نہیں لیکن ناغہ نہ ہونے دیا کہ بے برکتی نہ ہو تھوڑا سا لکھ کر جلد ہی حاضر خدمت ہو گیا۔ حضرت کو تعجب بھی ہوا کہ اس قدر جلد آگئے ، عرض کیا حضرت چند سطریں لکھ لیں معمول پورا ہو گیا مولانا محمد تقی عثمانی تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت تھانوی کی سوانح میں ان کے تنظیم کار کا باب ایک ایسا باب ہے جو نہایت سبق آموز ہے ۔ حضرت مجدد الملت کے صرف علمی و عملی کارناموں کو پڑھنے والا بسا اوقات یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ ایک ایسی شخصیت جسکو شب و روز اس درجہ کی مصروفیات لاحق ہوں وہ صرف انہی مشغولیات کا ہو کر رہ گیا ہو گا نہ اس کو گھر والوں کے پاس بیٹھکر ان کے احوال سننے کا موقع ملتا ہو گا نہ وہ کسی سے خوش طبعی کے ساتھ گفتگو کے قابل ہو گا لیکن آپ کے معمولات دیکھنے سے آپ کی اس کرامت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان تمام مصروفیات کے باوجود آپ نہ صرف عام امت کے لئے اتنا عظیم الشان تبلیغی کام کرتے تھے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ گھر والوں کے حقوق کی ادائیگی کا پورا پورا اہتمام فرماتے تھے اور حقوق کی ادائیگی کا مطلب صرف یہی نہیں کہ ان کے نفقہ کا انتظام کر دیں بلکہ ان کے پاس بیٹھتے ، ان کے احوال سنتے اور اپنے کہتے ۔ مقدمہ امداد الفتاوی جلد اول

مولانا عبد الماجد دریا بادی فرماتے ہیں

کیسی الٹی سمجھ والوں نے حضرت کو خشک مشہور کر دیا ــــــــــ بے شک مزاج میں حرارت و حدت تھی (جس طرح آپ کو نسبی نسبت فاروق اعظم سے تھی) لیکن آپ اس کا استعمال موقع اصلاح پر تادیب کے لئے ہی کرتے تھے ۔ میں نے آپ کو صحت و مرض ، قوت و ضعف ، حزن و نشاط کے ہر موقع پر دیکھا ہے اس لئے میں آنکھوں دیکھی شہادت دے رہا ہوں نظم و انتظام کے تو آپ بادشاہ ہی تھے ، افراط و تفریط اکثر بزرگوں اور اولیائے امت میں ہوا کرتی ہے کوئی کسی

خصلت میں بہت زیادہ بڑھا ہوا اور کوئی کسی خصلت میں، توازن و اعتدال حضرات انبیاء کا خاصہ ہوتا ہے اسی سیرتِ انبیائی کی جھلک آپ میں دیکھنے میں آئی۔ ہر کام اپنے وقت پر، ہر چیز اپنی مقررہ جگہ پر، کھانے پینے، چلنے اٹھنے، بیٹھنے سب کے ضابطے سب کے آداب، ہر گفتگو ایک مقصد لیے ہوئے بے مقصد گفتگو جیسے جانتے ہی نہ تھے۔ زبان پر اتنا قابو میں نے کسی بزرگ کا نہ پایا اور اوراد و وظائف پر جو زور دوسرے آستانوں پر رہتا ہے اس کا یہاں کام ہی نہ تھا، رسوم سے اجتناب نمائشی تکلفات سے احتراز، بس اپنے کام سے کام، دوسروں کو زحمت سے بچانے کا کامل اہتمام، بندوں کی خدمت عبادت کے درجہ میں بس یہی خصوصیات مجلس اشرفی کے دیکھنے میں آئے۔

بزرگ میں نے اپنی عمر میں بہت دیکھ ڈالے اور تذکرے بہتوں کے اس تفصیل و استناد سے سنے کہ گویا انھیں بھی دیکھ لیا، عابد و زاہد بھی، چلّہ کش و مرتاض بھی، صاحب کشف و کرامات بھی، ان میں یقیناً بہت سے اچھے لوگ بھی ہوں گے، اللہ کے برگزیدہ جنتی اور مغفور، لیکن مصلح، مربی (اصلاح کرنے والا اور تربیت سے لگانے والا) حضرت تھانویؒ کا مثیل و نظیر کوئی نظر سے نہیں گذرا اور نہ سننے میں آیا۔ معاصرین ص ۱۵، ۱۶

مخالفت میں رعایت حدود

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ کا دل دشمن سے بھی انتقام لینے کا روادار نہ تھا۔ آپ چھوٹے بڑے ہر معاملہ میں رویہ صلح و آشتی ہی کا رکھتے تھے اور اس میں پیش قدمی بھی خود ہی کرتے رہتے، مخالفت ذاتی و خانگی معاملات میں گویا کسی سے تھی ہی نہیں۔

سیاسی و مذہبی اختلافات میں لوگ علی العموم حد سے آگے نکل نکل گئے اور سب و شتم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، خود آپ پر اور آپ کے بزرگوں پر کفر کے فتوے

لگائے گئے لیکن ان کے متعلق حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کوئی حرف ناشائستہ زبان سے نہیں نکالا اور نہ ان کے الزامات کی تردید کے لئے کوئی اقدام کیا، مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے جواب میں کبھی ایک سطر بھی نہیں لکھی آپ فرماتے تھے کہ

مجھے اگر کسی سے ایذا یا تکلیف پہنچتی ہے تو ناگواری تو بہت ہوتی ہے مگر ضبط کر لیتا ہوں اور اس کے خلاف دل میں کبھی انتقامی جذبہ پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس کے لئے بددعا کرنے کا جی چاہتا ہے بلکہ عقل کو غالب کر کے اس کو معاف ہی کر دیتا ہوں۔

اور فرماتے کہ

میں اپنے مخالفین اور موذیوں کے جذبات کی بھی رعایت کرتا ہوں کہ ان پر نیک نیتی کا احتمال رکھتا ہوں اور صبر تو ہر حال میں کرتا ہوں۔

مخالفین سے ایسے نرم اور متین سلوک کی مثال شاید تاریخ مشاہیر پیش کر سکے ایک مرتبہ کسی صاحب کے سوال پر حضرت نے فرمایا تھا

دیکھنا یہ چاہیے کہ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں اس مخالفت سے ان کا منشاء کیا ہے، اگر منشاء حب رسول ہے تو میں ان کو معذور جانتا ہوں، بلکہ ماجور سمجھتا ہوں، میری مخالفت کی وجہ سے ان کو اجر ملے گا۔

تحریک خلافت کے دوران بہت سی مقتدر ہستیوں نے حضرتؒ کے مسلک کے متعلق طعن و تشنیع کی بعض اخبارات اور اکثر لوگوں نے بہت نامناسب الفاظ میں حضرت کی مخالفت کی، کچھ لوگوں نے قتل کی بھی دھمکیاں دیں، مگر حضرتؒ کوہ وقار بنے ہوئے خاموش ہی رہے اور کبھی کسی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اور کبھی کسی سے مغلوب بھی نہیں ہوئے فرماتے تھے

بحمد اللہ مجھ پر حق واضح ہو گیا ہے اگر حق کی بقا، اور حفاظت کے

لئے مجھے اپنی جان بھی قربان کرنا پڑے تو انشاء اللہ دریغ
نہ کروں گا۔

اہل و عیال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھیں اور دونوں بفضلہٖ تعالیٰ نہایت شفیق، غربا پرور، متوکل، قانع، مہمان نواز اور حضرت کی خدمت گذار تھیں، اولاد دونوں سے کوئی نہ تھی، برادر خرد منشی اکبر علی صاحب کے صاحبزادے مولوی شبیر علی صاحب کو مثلِ اولاد کے چاہا اور تربیت کی وہی مدرسہ امداد العلوم کے مہتمم اور خانقاہ کے انتظامی امور کے ذمہ دار تھے۔

علالت و رحلت وفات سے تقریباً پانچ برس پہلے علالت شروع ہوئی جو بتدریج بڑھتی گئی، اتباع سنت میں علاج جاری رہا لیکن علالت زور پکڑتی گئی، علامہ سید سلیمان ندویؒ آپ کی علالت و رحلت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

محفلِ دوشین کا وہ چراغ سحر جو کئی سال سے ضعف و مرض کے
جھونکوں سے بجھ بجھ کر سنبھل جاتا تھا بالآخر ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۰ روز
جلکر ۱۷؍ رجب ۱۳۶۲ھ کی شب کو ہمیشہ کے لئے بجھ گیا ؎

داغِ فراق صحبتِ شب کی جلی ہوئی   ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

یعنی حکیم الامت، مجدد طریقت شیخ الکل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرض ضعف و اسہال میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۹؍ اور ۲۰؍ جولائی (۱۹۴۳ء) کی درمیانی شب کو ۱۰ بجے نماز عشاء کے وقت اس دار فانی کو الوداع کہا اور اپنے لاکھوں معتقدوں اور مریدوں اور مستفیدوں کو غمگین و مہجور چھوڑا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تجہیز و تکفین اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع ہوا کی طرح پھیلی اور برق بنکر

عشاق کے قلوب پر گری، صبح ہوتے ہی ہزاروں عقیدت مند و شیدائی تھانہ بھون پہنچنا شروع ہو گئے۔ مولانا شبیر علی صاحب کی نگرانی میں غسل دیا گیا، عید گاہ میں جنازہ لے جایا گیا، حضرت کے بھانجے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خانقاہ امدادیہ کے شمال جانب حضرتؒ ہی کے وقف کردہ تکیہ میں جس کا تاریخی نام "قبرستان عشق بازاں" ہے آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

آج محوِ خواب ہے وہ رہنما زیرِ مزار
مسلم خوابیدہ پر تھے جس کے احساں بیشمار

زہد و رشد و فضل و تقویٰ ہمت و فیض و وقار
دہر کے دستِ جفا سے بے سر و پا ہو گئے

گیارہ وصیتیں

میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے معاصی صغیرہ و کبیرہ عمداً و خطاءً کے لئے استغفار فرمائیں۔

(۲) میرے بعض اخلاق سیۂ کے سبب بعض بندگان خدا تعالیٰ کو حاضراً و غائبانہ میری زبان و ہاتھ سے کچھ کلفتیں پہنچی ہیں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں خواہ اہل حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استدعا کرتا ہوں کہ للہ دل سے انکو معاف کردیں۔ اللہ تعالیٰ انکی تقصیرات سے درگذر فرمائیں گے میں بھی ان کیلئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انکو دارین میں عفو و عافیت عطا فرمائیں۔ معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگذر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ الخ

(۳) اس جنس کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہو گئی ہوں بطیب خاطر گذشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

(۴) میں اپنے دوستوں کو خصوصًا اور سب مسلمانوں کو عمومًا بہت تاکید کیساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے۔ خواہ بذریعہ کتاب یا بذریعہ صحبت، بغیر اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آجکل بے حد کثرت ہے۔ اس میں ہر گز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

(۵) طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس وتدریس پر مغرور نہ ہوں، اس کا کار آمد ہونا موقوف ہے اہل اللہ کی خدمت وصحبت ونظر عنایت پر اس کا التزام نہایت اہتمام سے رکھیں ؎

بے عنایات حق وخاصانِ حق　　گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

(۶) جو مدرسہ دینیہ (امداد العلوم) فی الحال یہاں میرے تعلق میں جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ ہے۔ میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے ابقاء کی طرف توجہ رکھی جاوے اور خدا تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے تو وہ اس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیت اخلاق واصلاح نفس ہے نہ بدلے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر وبرکت کی امید ہے۔

(۷) دینی ودنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کیساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں:۔

۱ شہوت وغضب کے مقتضاء پر عمل نہ کریں ۲ تعجیل نہایت بری چیز ہے ۳ بے مشورہ کوئی کام نہ کریں ۴ غیبت قطعًا چھوڑ دیں ۵ کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ وبلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصًا جبکہ دوستی کے درجہ تک پہونچ جائے پھر خصوصًا جبکہ ہر کس وناکس کو رازدار بھی بنا لیا جاوے نہایت مضر ہے ۶ بدون پوری رغبت کے کھانا ہر گز نہ کھائیں ۷ بدون سخت تقاضہ کے مقاربت نہ کریں ۸ بدون سخت حاجت کے قرض

نہ لیں ۹ فضول خرچی کے پاس نہ جائیں ۱۰ غیر ضروری سامان جمع نہ کریں ۱۱ سخت مزاجی اور تندخوئی کی عادت نہ کریں، رفق اور ضبط وتحمل کو اپنا شعار بنادیں ۱۲ ریاء وتکلف سے بہت بچیں، اقوال وافعال میں بھی، طعام ولباس میں بھی ۱۳ مقتدیٰ کو چاہیئے کہ امراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ انکو حتی الامکان مقصود بناوے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے ۱۴ معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں ۱۵ روایات وحکایات میں بے انتہا احتیاط کریں۔ اس میں بڑے بڑے اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں ۱۶ بلاضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت وتجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں ۱۷ زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی سے احتیاط رکھیں ۱۸ حق پرست رہیں، اپنے قول پر جمود واصرار نہ کریں ۱۹ تعلقات نہ بڑھاویں ۲۰ کسی کے دنیوی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

(۸) میں اپنے تمام متعلقین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی تمام زندگی بھر یاد کرکے ہر روز سورہ یٰسین شریف، یا تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھکر مجھ کو بخشدیا کرے مگر اور کوئی امر خلاف سنت، بدعات، عوام وخواص میں سے نہ کرے۔

(۹) حتی الامکان دنیا ومافیہا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں، ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اسی وقت پیام اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو لولا اخرتنی الیٰ اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین اور ہر وقت یہی سمجھیں۔ ؏

شاید ہمیں نفس واپسیں بود

اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے، اور رات کے گناہوں سے

قبل دن کے، استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

(۱۰) خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں، اور ہمیشہ خصوصاً پانچوں نمازوں کے بعد نہایت لجاجت وتضرع سے حسن خاتمہ کی دعا کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کریں کہ حسب وعدہ لئن شکرتم لأزیدنکم۔

(۱۱) میرے ایصال ثواب کے لئے کبھی جمع نہ ہوں، نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہو جاویں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہو جاویں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دعا وصدقہ وعبادات نافلہ سے نفع پہونچائے نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں۔ البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بنکر مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اس کا اعلان اور دوسروں کو دکھانے کا اہتمام نہ کیا جائے۔ فقط

بس یہ گیارہ وصایا ہیں جن کو احد عشر کوکبا سے بلحاظ عدد تشابہ ہے ہدایت اور عمل کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ کافی وافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشیں۔

آمین ثم آمین

فہرستُ مجازینُ

حکیمُ الامتُ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حکیم الامت کے زیر تربیت جن حضرات نے منازل سلوک طے کیں انمیں ایک تو وہ ہیں جنہیں آپ نے اجازت بیعت سے نوازا وہ "مجازین بیعت" کے نام سے مشہور ہیں۔ دوسرے وہ جن کی مجلس وصحبت بھی متاثر کئے بغیر نہیں چھوڑتی، حضرتؒ نے ان کو تلقین بلا بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی اور ایسے حضرات کا لقب "مجازین صحبت" تجویز فرمایا۔

یہ فہرست اشرف السوانح جلد سوم اور خاتمۃ السوانح سے مرتب کی گئی ہے۔ ممنوع الاجازت حضرات کے نام اس فہرست میں نہیں لکھے گئے البتہ جن حضرات خلفاء کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں وفات ہوگئی تھی انکے اسماء گرامی اس فہرست میں شامل ہیں۔

	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۱	جناب مولانا احمد علی صاحب فتحپوریؒ	
۲	جناب مولانا محمد صاحب چاٹگامی	
۳	جناب مولانا نور حسین صاحب اڈرانہ ضلع جہلم	
۴	جناب مولانا عبید الحق صاحب موہن پوری	

	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۵	جناب حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری	
۶	جناب حکیم نور احمد صاحب کانپوری	
۷	جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب بکھرا	نصف ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۰ھ
۸	جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب اعظم گڈھی	رجب سنہ ۱۳۴۱ھ
۹	جناب منشی محمد سلطان صاحب مدراسی	شوال سنہ ۱۳۴۲ھ
۱۰	جناب حاجی محمد مصطفےٰ صاحب خورجوی	۸ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۳ھ
۱۱	جناب مولانا محمد عیسیٰ صاحب مقیم بنارس	۹ رجب سنہ ۱۳۴۴ھ
۱۲	جناب مولانا شاہ لطف رسول صاحب فتحپور ضلع بارہ بنکی	غرہ شعبان سنہ ۱۳۴۴ھ
۱۳	جناب حافظ محمد عمر صاحب نہٹوری مقیم علیگڈھ	۷ رمضان سنہ ۱۳۴۴ھ
۱۴	جناب شیخ معشوق علی صاحب قنوجی	شوال سنہ ۱۹۴۵ھ
۱۵	جناب مولانا محمد صادق صاحب مالیگاؤں ضلع ناسک	۱۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۶ھ
۱۶	جناب صوفی رحیم بخش صاحب مقیم دہلی (للعوام)	ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۷ھ
۱۷	جناب مولانا عبدالحیٰ صاحب سہارنپوری مقیم حیدرآباد	۲۷ رمضان سنہ ۱۳۴۸ھ
۱۸	جناب خیرات احمد خاں صاحب سونڈھیا ضلع گیا	۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۹ھ
۱۹	جناب مولانا ابوالحسن صاحب جونپور	۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ
۲۰	جناب حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی	۸ محرم سنہ ۱۳۵۲ھ
۲۱	جناب مولانا ابوبکر صاحب ارکانی	۲۲ ج ۲ سنہ ۱۳۵۳ھ
۲۲	جناب سید فیروز شاہ صاحب مندوری ضلع پشاور	۳ شوال سنہ ۱۳۵۳ھ
۲۳	جناب مولا عبدالمجید صاحب شاہجہانپوری	۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۴ھ
۲۴	جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب بریلوی	۲۱ شوال سنہ ۱۳۵۴
۲۵	جناب مولانا عبدالعلیم صاحب بردوانی	

	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۲۶	جناب مولانا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری	
۲۷	جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب بردوانی	
۲۸	جناب مولانا حسن الدین صاحب مدراسی	
۲۹	جناب مولانا غلام صدیق ڈیرہ غازی خان	
۳۰	جناب مولانا سید محمد اسحٰق صاحب کانپوری	
۳۱	جناب مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادی	۲۵ ربیع الاول سنہ ۶۳ھ
۳۲	جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رح	۱۲ اگست ۶۳ء کراچی
۳۳	جناب حاجی شیر محمد صاحب گھوٹکی رح (سندھ)	سنہ ۱۳۸۶ مدینہ طیبہ
۳۴	جناب مولانا افضل علی صاحب بارہ بنکی	
۳۵	جناب مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی	۱۵ مارچ سنہ ۵۱ء خانیوال
۳۶	جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رح	۲۷ شعبان سنہ ۱۳۶۳ھ اورئی (جالون)
۳۷	جناب مولانا حبیب اللہ صاحب اعظم گڈھی	۱۹ مئی سنہ ۶۰ء سکھر
۳۸	جناب مولانا واحد بخش صاحب بہاولپور	
۳۹	جناب حاجی شمشاد علی صاحب کلانوری رح	
۴۰	جناب محمد عبداللہ خاں صاحب بھوپالی	
۴۱	جناب سید فخر الدین شاہ صاحب گھوٹکی (سندھ)	
۴۲	جناب مولانا صغیر محمد صاحب کمرلہ بنگال	
۴۳	جناب مولانا عبدالحمید صاحب وزیرستانی	
۴۴	جناب مولانا اطہر علی صاحب میمن سنگھی (بنگال)	۱۱ شوال سنہ ۹۶ھ میمن سنگھ
۴۵	جناب مولانا عبدالوہاب صاحب ہاٹ ہزاری (بنگال)	
۴۶	جناب ابوالبرکات صاحب سلطانپوری (للعوام)	

	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۴۷	جناب مولانا نذیر احمد صاحب کرنالوی	
۴۸	جناب مولانا رفیع الدین صاحب الہ آباد	جمادی الثانی ۶۳ھ
۴۹	جناب مولانا عبد السلام صاحب پشاوری	
۵۰	جناب مولانا محمد موسیٰ صاحب مہاجر مدنی	
۵۱	جناب مولانا محمد سعید صاحب مدراسی	۱۸ر محرم ۱۳۸۹ھ
۵۲	جناب مولانا نذیر احمد صاحب کیرانوی	۸ر دسمبر ۵۶ء کیرانہ
۵۳	جناب مولانا مقصود اللہ صاحب بریسال (بنگال)	
۵۴	جناب مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ (الہ آباد)	۲۵ر نومبر ۶۴ھ ہجری جہاز میں وصال ہوا
۵۵	جناب مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور)	۱۶ر ذی الحجہ ۸۰ھ کراچی
۵۶	جناب مولانا سراج احمد خاں صاحب امروہویؒ	
۵۷	جناب مولانا ممتاز احمد صاحب سونڈھیا گیا بہار	ماشاء اللہ حیات ہیں
۵۸	جناب منشی حقداد خاں صاحب لکھنوی	
۵۹	جناب مولانا عبد الجبار صاحب فیروزپوری	۱۶ر اپریل ۵۱ء ہارون آباد
۶۰	جناب مولانا ولی اللہ صاحب کیمل پوری	
۶۱	جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری بانی خیر المدارس ملتان	۲۰ر شعبان ۹۰ھ
۶۲	جناب مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوریؒ صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور	۲۱ر دسمبر ۶۵ء کاملپور
۶۳	جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند	۱۴۰۳ھ
۶۴	جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ (مفتی اعظم پاکستان)	۱۰ر شوال ۹۶ھ کراچی
۶۵	جناب مولانا محمد نبیہ صاحبؒ ٹانڈہ بالی مراد آباد	۱۲ر ربیع الاول ۹۴ھ ٹانڈہ
۶۶	جناب مولانا محمد صابر صاحب امروہویؒ	۲ر صفر ۹۳ھ
۶۷	جناب نواب احمد علی خاں صاحب سہارنپوریؒ	

	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۶۸	جناب حکیم کرم حسین صاحب سیتاپوری رح	۱۰ر ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ
۶۹	جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب رح مئو آئمہ الہ آباد	
۷۰	جناب حاجی محمد عثمان صاحب دہلوی رح تاجر کتب	۷ر رمضان المبارک سنہ ۵۰ھ کراچی
۷۱	جناب ماسٹر قبول احمد صاحب سیتاپوری	
۷۲	جناب مولانا خلیل احمد صاحب شیروانی علیگڈھی بانی مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان	۱۰ر ربیع الثانی سنہ ۵۵ھ لاہور
۷۳	جناب شہاب الدین صاحب خیاط کٹھوری رح (للعوام)	۳۰ر اگست سنہ ۶۰ء
۷۴	جناب مولانا محمد مسیح اللہ خانصاحب شروانی جلال آباد	ماشاءاللہ حیات ہیں
۷۵	جناب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری رح	۳۱ر دسمبر سنہ ۵۱ء
۷۶	جناب حکیم عبدالخالق صاحب ہوشیارپوری رح	۱۱ر فروری سنہ ۴۵ء تا ۵۰ء
۷۷	جناب ماسٹر ثامن علی صاحب سندیلوی رح	سنہ ۵۰ سکھر
۷۸	جناب حافظ عنایت علی صاحب لدھیانوی رح (للعوام)	
۷۹	جناب مولانا ولی محمد صاحب گورداسپوری رح	۲۱ر اپریل سنہ ۵۹ء راولپنڈی
۸۰	جناب مولانا عبدالودود صاحب پشاوری رح	اپریل سنہ ۵۲ء
۸۱	جناب مولانا نور بخش صاحب چاٹگامی	
۸۲	جناب مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری ناظم مظاہر علوم سہارنپور	۶ر رجب سنہ ۹۹ھ
۸۳	جناب مولانا حکیم الٰہی بخش صاحب شکارپور سندھ	
۸۴	جناب ماسٹر محمد شریف صاحب ہوشیارپوری (ملتان)	
۸۵	جناب ماسٹر شیر محمد صاحب ہوشیارپوری رح	۱۰ر اپریل سنہ ۵۹ء گوجرہ پاک
۸۶	جناب حافظ ولی محمد صاحب قنوج. فرخ آباد	
۸۷	جناب مولانا کفایت اللہ صاحب شاہجہانپوری	

	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۸۸	جناب حکیم فضل اللہ صاحب ٹکارپوریؒ	
۸۹	جناب بابو عبدالعزیز صاحب گوجرانوالہ	سنہ ۷۴ء
۹۰	جناب مولانا رسول خاں صاحب ہزارویؒ	۱۴ر رمضان سنہ ۹۱ھ اچھرہ پاکستان
۹۱	جناب مولانا محمد اللہ صاحب نواکھالوی مدفیوضہ	ماشاء اللہ حیات ہیں
۹۲	جناب حکیم مولوی عبدالحق خاں صاحبؒ فتحپور ہنسوہ	
۹۳	جناب حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری	سنہ ۶۵ء
۹۴	جناب محمود الغنی صاحب سہارنپوری حیدرآباد دکن	سنہ ۵۶ء کراچی
۹۵	جناب ڈاکٹر عبدالحئی صاحب	سنہ ۱۴۰۶ھ
۹۶	جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی	۲۲ر نومبر سنہ ۵۵ء
۹۷	جناب مولانا عبدالباری صاحب ندوی	۳۰ر جنوری سنہ ۷۶ء
۹۸	جناب مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی	ماشاء اللہ حیات ہیں
۹۹	جناب مولانا فقیر محمد صاحب پشاور	" "

مجازین صحبت

۱	جناب حافظ سعید احمد خانصاحب رئیس برہرہ ضلع ایٹہ	
۲	جناب حافظ علی نظر بیگ صاحب مرادآبادی	
۳	جناب مولوی شیخ محمد حسن صاحب انوار بکڈپو لکھنؤ	
۴	جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب وکیل پٹنہ	
۵	جناب مولوی محمود الحق صاحب وکیل حقی منزل ہردوئی	سنہ ۱۹۴۶ء ہردوئی
۶	جناب حافظ عبدالولی صاحب نائب ناظم ریاست گپور تھلہ برائچ	۳۱ر مئی سنہ ۱۹۷۹ء کراچی

	مجازین صحبت	تاریخ وفات
۷	جناب شیخ عبدالکریم صاحب سیشن جج سکھر سندھ	
۸	جناب منشی محمد جلیل صاحب منصف رسڑا ضلع بلیا	
۹	جناب مولوی انوار الحسن صاحب اعزازی مجسٹریٹ کاکوری	۱۳ر جنوری سنہ ۵۵ء
۱۰	جناب منشی علی شاکر صاحب قانون گو گولا ضلع کھیری	سنہ ۱۹۴۷ء کراچی
۱۱	جناب مولوی نجم الحسن صاحب وکیل پرتاب گڈھ	۱۹ر رمضان سنہ ۹۶ھ
۱۲	جناب مولوی منفعت علی صاحب وکیل سہارنپور	۵ر فروری سنہ ۶۱ء
۱۳	جناب مولوی عبدالحکیم صاحب پروفیسر کالج میمن سنگھ بنگال	
۱۴	جناب منشی علی سجاد صاحب ڈپٹی کلکٹر جون پور	
۱۵	جناب ماسٹر حافظ مظہر احمد صاحب تھانوی بھوپال	دسمبر سنہ ء
۱۶	جناب حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر گورکھپور	۱۸ر جون سنہ ۶۰ء
۱۷	جناب خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ امرتسر	
۱۸	جناب منشی محمد عبدالصبور صاحب حصہ اول دفتر نہر سارده شاہجہانپور	
۱۹	جناب حافظ سید زاہد حسین صاحب امروہی رح کوہ رانی کھیت	
۲۰	جناب مولانا بخشش احمد صاحب گورکھپوری	سنہ ۱۹۴۳ء
۲۱	جناب مولانا لقاء اللہ صاحب پانی پتی	
۲۲	جناب مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی رح ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون	۱۸ر شعبان سنہ ۹۸ء
۲۳	جناب مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی نبیرہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی	
۲۴	جناب مولانا اشفاق الرحمن صاحب کاندھلوی رح	جنوری سنہ ۵۸ء
۲۵	جناب مولانا سلطان محمود صاحب مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی	
۲۶	جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دہلی	
۲۷	جناب منشی محمد یعقوب صاحب کلانوری انگلش کلرک سررشتہ تعلیم رہتک	۱۳ر ربیع الثانی سنہ ھ
۲۸	جناب مولانا عبدالصمد صاحب بنارسی کرنیل گنج کانپور	
۲۹	جناب مولانا ابوالفداء نور محمد صاحب حیدرآباد دکن	
۳۰	جناب حاجی سیٹھ داؤد ہاشم صاحب ۴۳ پاک لین رنگون	

	مجازین صحبت	تاریخ وفات
۳۱	جناب مولانا حمید حسن صاحب دیوبندی مفتی ریاست مالیر کوٹلہ	
۳۲	جناب مولانا حکیم ریاض الحسن صاحب باغپت ضلع میرٹھ	سنہ ۶۱ھ مکہ معظمہ
۳۳	جناب حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی اجمیری منزل بمبئی	
۳۴	جناب منشی عبد الحمید صاحب پنشنر تحصیلدار مقبول گنج لکھنؤ	
۳۵	جناب حاجی عبد الغفور صاحب ٹھیکیدار جودھپور	۲۰ رجمادی الاول سنہ ۹۰ھ
۳۶	جناب حکیم فیاض علی صاحب بھوپال	
۳۷	جناب قاضی محمد مصطفےٰ صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر بھدوئی بنارس	
۳۸	جناب مولانا محمود داؤد یوسف راندیر ضلع سورت	
۳۹	جناب میر نظام الدین صاحب محاسب صدارت العالیہ حیدرآباد دکن	
۴۰	جناب مولانا عبد المجید صاحب گھوسی ضلع اعظم گڈھ	
۴۱	جناب مولانا محمد میاں صاحب دائرہ شاہ حجۃ اللہ الہ آباد	ماشاءاللہ حیات ہیں
۴۲	جناب مولانا محمد یوسف صاحب بنوری جامعہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی	۳ ذیقعدہ سنہ ۹۷ھ کراچی
۴۳	جناب ڈاکٹر علی ساجد صاحب ہاشمی ہومیوپیتھک لکھنؤ	
۴۴	جناب مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنویؒ	
۴۵	جناب مولانا سید عبد الکریم صاحب سرحدی	
۴۶	جناب شیخ عبد الغفار صاحب رئیس گھوسی ضلع اعظم	
۴۷	جناب مولانا محمد نعیم صاحب بخاری کابل	
۴۸	جناب مولانا سخاوت حسین صاحب کلکتہ	
۴۹	جناب منشی عرفان احمد صاحب کلرک ڈاکخانہ تارگھر سہارنپور	
۵۰	جناب عزیز الرحمٰن نبیرۂ مولانا عبد الاحد صاحب چوڑیوالان دہلی	
۵۱	جناب شفیق احمد صاحب گنگوہی مدرس مدرسہ سلیمانیہ بھوپال	
۵۲	جناب شاد محمد صاحب طوطکان ضلع مردان (سرحد)	
۵۳	جناب خواجہ وحید اللہ صاحب پنشنر تارگھر کوٹہ (راجپوتانہ)	
۵۴	جناب مولانا مفتی عبد الکریم صاحب گمتھلوی	۹ رجب سنہ ۱۳۶۸ھ ساہیوال

	مجازین صحبت	تاریخ وفات
۵۵	جناب سید حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر نگرام ضلع لکھنؤ	سنہ ۵۰ء
۵۶	جناب مولانا سید حسن صاحب مدرس دار العلوم دیوبند	۲۲ جمادی الاول سنہ
۵۷	جناب مولانا مسعود علی صاحب شبلی منزل اعظم گڈھ	۲۷ اگست سنہ ۶۶ء
۵۸	جناب مولانا حکیم عبد الرشید محمود صاحب نبیرہ حضرت مولانا رشید صاحب گنگوہی	ماشاء اللہ حیات ہیں
۵۹	جناب مولانا حکیم محمد مسعود صاحب گنگوہی معروف بہ حکیم اجمیری بمبئی	
۶۰	جناب ماسٹر منظور احمد صاحب تحصیل اسکول رڑکی	مارچ سنہ ۶۳ء
۶۱	جناب حکیم بہاء الدین صاحب ہردوئی	
۶۲	جناب حاجی ظفر احمد صاحب تھانوی انجینئر	
۶۳	جناب مولانا عبد الغنی صاحب رسولی ضلع بارہ بنکی	
۶۴	جناب انوار احمد صاحب پنشنر جج پٹنہ ہائی کورٹ	ماشاء اللہ حیات ہیں
۶۵	جناب قریشی شفیع محمد صاحب سندھی کراچی	
۶۶	جناب شاہ محمد علیم صاحب اعظم گڈھی	

فیض رساں مجازین:۔

اسمائے گرامی خلفائے مجازین بیعت و مجازین صحبت جو تادم تحریر چشمۂ فیض اشرفیہ جاری رکھے ہوئے ہیں اور اشاعت طریق میں مصروف ہیں:۔

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب شروانی مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد۔

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ناظم مجلس دعوة الحق و اشرف المدارس حقی منزل ہردوئی

حضرت مولانا ممتاز احمد صاحب ڈاکخانہ بارہ چٹی موضع سوندھیا ضلع گیا۔

حضرت مولانا محمد اللہ صاحب معروف بہ حافظ جی حضور ڈھاکہ بنگلہ دیش.

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاور، پاکستان۔

مجازین صحبت:۔

حضرت مولانا محمد میاں صاحب دائرہ شاہ حجۃ اللہ الہ آباد.

حضرت مولانا حکیم عبد الرشید محمود صاحب انصاری گنگوہ۔

جناب جسٹس انوار احمد صاحب بستی نظام الدین دہلی ۱۳۔

(نشیروانی آفسٹ پرنٹرز۔ دہلی)

عکسی

اشرف السوانح

مرتبہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ

حضرۃ حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ کی جس قدر سوانح حیات شائع ہوئی ہیں ان سب کا ماخذ یہی مجذوب صاحب کی سوانح ہے یہ شرف بھی اشرف السوانح کو حاصل ہے کہ صاحب سوانح حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ نے اسکو حرفاً حرفاً ملاحظہ فرمایا ہے' اس لیے ہر قسم کے رطب و یابس سے پاک اور افراط و تفریط سے محفوظ ہے۔ یہ صرف سوانح حیات ہی نہیں بلکہ حضرت رحمہ اللہ کے علمی و روحانی کمالات' مجددانہ کارنامے' اصول تربیت و سلوک' عارفانہ نکات زریں اقوال' مریض و مسموم قلوب کے لیے مسنون و مجرب تعلیمات کا تریاق' حضرات سلف کا علمی عملی ذخیرہ اور یادگار' حقیقی اسلام کا مکمل درس اور دنیا و آخرت کے سنوارنے کا مکمل لائحہ عمل آگیا ہے۔

جلد اوّل مجلد	جلد دوم مجلد	(جلد سوم زیر طبع)
۳۵/- روپے	۴۰/- روپے	

مکتبہ تالیفات اشرفیہ
تھانہ بھون ضلع مظفر نگر